ماہنامہ

قلندر شعور

فروری ۲۰۲۳ء

سکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور روح کے عرفان کے بغیر سکون نہیں ملتا

مجموعه الجبار
Orion

پاکستان میں جنوری اور فروری میں ستاروں کا یہ جھرمٹ کم و بیش فجر سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے آسمان پر عین وسط میں قدرے جنوب کی جانب نظر آتا ہے۔ کیا قارئین دیئے گئے نقشے کے مطابق آسمان میں ستارہ ”الشعریٰ“ کی نشاندہی کر سکتے ہیں؟

السلام علیکم
LDA Approved
LDA-DMP-423
گراؤنڈ فلور
+6 منزلہ عمارت
PARK TOWER
پارک ٹاور
PARK TOWER
FOOD COURT
RESTAURANT SHOPS
APARTMENTS
ICONIC PROJECT IN
NEW LAHORE CITY
SECTOR C PEARL ENCLAVE
نیو لاہور سٹی میں...
مین کمرشل سیکٹر C سے منسلک
بحریہ ٹاؤن اور رنگ روڈ سے چند منٹ
کی مسافت پر
PMS
PROPERTY MANAGEMENT SERVICES
FACING PEARL ENCLAVE PARK
فوڈ کورٹ، ریسٹورینٹ
دکانیں اور اپارٹمنٹس
4 سال کی
آسان اقساط
Plot no 191,192,193,194 Sector-C, Pearl Enclave, New Lahore City (Zaitoon) Canal road Lahore.
+92-333-4715823 +92-300-8711836 +92-300-2223712 +92-321-4070699
www.parktower.pk | info@parktower.pk
CCTV & Security
Smart Entry & Alarm
Parks & Play Areas
Public Transport
Wide Road Network
Hospital
School
Power Backup
1 & 2 Bed
Fitted Kitchen
Laundry Area
Bath

زیر سرپرستی
اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری

فری ممبرشپ

جنڈ، اٹک

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طلبہ و طالبات کے لئے عظیمی صاحب کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

اوقات: عصر تا مغرب روزانہ

حاجی بازار، جنڈ، اٹک۔ موبائل نمبر: 03009145175

قلندر شعور اکیڈمی

مراقبہ ہال حیدر آباد

زیر سرپرستی خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

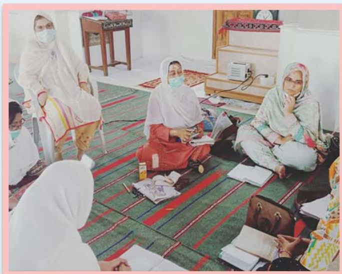

قلندر شعور ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہم کائناتی تخلیقی فارمولوں کے تحت اپنے اندر روحانی صلاحیتوں کو متحرک کر سکتے ہیں۔

روحانی علوم کے متلاشی، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے خواتین و حضرات کے لئے خوش خبری

گلشن شہباز، نزد ٹول پلازہ، جامشورو حیدر آباد، 71000، پاکستان

فون نمبر: 0331-3615533 ، 0333-2695331

DEFENCE
3D - OPG - CEPH

3 DIMENSIONAL DENTAL IMAGING CBCT SYSTEM

KARACHI

3D

Free software provide with implant library to all consultant for Nerve Tracing. Cephalomatric Tracing, Implant Planing.

Maxillofacial

Implant Planning

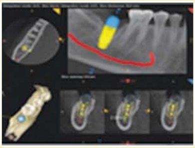

OPG

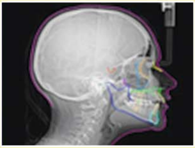

CEPH

Take Your Practice to the Next Level !

Defence branch:
0213-8941506 - 0343-7180348
Building # 7-C, Shop # 1, Street 10, Badar Commercial Area, Phase 5 Ext. DHA, Karachi.

Sharfabad branch:
0213-4920777 - 0320-4690899
Plot # 87, Shop # 2, Zulekha Tower, Block-3, BMCH Society, Main Jamal-ud-Din AfghaniRoad, Sharfabad, Karachi.

Email: info@3d-diagnostic.pk **Web:** www.3d-diagnostic.pk

عظیمی

روغن
پرسیاؤشاں

REDISCOVER YOUR HAIR'S NATURAL BEAUTY

گھنے، لمبے اور چمکدار
بالوں کی نشوونما کے لئے
جڑی بوٹیوں سے تیار کیا ہوا تیل

- چمک دار سیاہ بال
- خشکی کا خاتمہ
- نرم و ملائم بال

- حافظہ روشن کرتا ہے
- دماغ کو تقویت دیتا ہے
- سر درد میں مفید ہے

عظیمی میڈیکل اسٹور

ہول سیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

جلد 11 شمارہ 1 | فروری 2023ء | رجب ـ شعبان 1444ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ قلندر شعور کراچی

قلندر شعور

Neutral Thinking

(اردو ـ انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاءؒ رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

باہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس ـــ پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 110 روپے... سالانہ ہدیہ 1680 روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ، بیرونِ پاکستان 70 امریکی ڈالر سالانہ

B-54، عظیمی محلہ، سیکٹر C-4 سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 6912020 (0)213 92+

۲۹ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ ____ ماجر دہلوی 10

نعت رسول مقبول ﷺ ____ شاہد حیدر آبادی 11

رباعیات ____ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ 12

آج کی بات ____ مدیر مسئول 14

فقیر کی ڈاک ____ ادارہ 18

نامے میرے نام ____ خانوادہ سلسلہ عظیمیہ 21

وقت میں سفر ____ (M.Phil.Supply Chain) بلال حسن 25

رحیم پیا سوں یوں ملے ____ (M.A.Mass Comm.) قرۃ العین واسطی 31

پہلا سبق — آخری سبق ہے ____ نادر جہاں 37

پیرا سائیکالوجی ____ خواجہ شمس الدین عظیمی 41

رزق میں برکت کا قانون ____ اظہر حسین 45

معلوم + نامعلوم ____ (M.A.Fine Arts) حامد ابراہیم 51

سنا کس نے ____ عرفانہ شہزاد 57

معرفت کا راز ـــــ گلِ نسرین 61

اقتباسات ـــــ خواتین و حضرات 67

ادھوری کہانی ـــــ ملک محمد ناصر 69

الگنی ـــــ کامل القادری 75

ایک دن رات پر مشتمل سال ـــــ محمد عثمان 81

سرمہ ـــــ (متحدہ عرب امارات) بی بی انوار ادھا 87

دسمبر 2022ء کے سرورق کی تشریح ـــــ قارئین 92

وسعتِ حیات ـــــ (Ph.D.) ڈاکٹر نعیم ظفر 95

پورب کے ہم زاد ـــــ (M.Sc. Applied Physics) محمد عدنان خان 101

بدگوئی ـــــ عابد محمود 109

Mud Bath ـــــ نیّر اعظم 113

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر ـــــ عظیمی خواجہ شمس الدین 119

125 Fahad Rashid ____ The Two Sights

129 Roshan Sitara ____ Greed Devours

135 Qurat-ul-ain Wasti ____ Hazrat Maroof Karkhi (RA)

138 K. S. Azeemi ____ Message of the Day

حمد باری تعالیٰ

ہاجر دہلوی

شکر ہے صد شکر ہے پروردگارِ دو جہاں
کس زباں سے ہو ترے اوصاف کا مجھ سے بیاں

ہے تو ہی تو باغبانِ گلشنِ کون و مکاں
ہیں تیرے قبضے میں سب کوہ و زمین و آسماں

بے نشاں تیرا نشاں ہے لامکاں تیرا مکاں
کس جگہ ڈھونڈوں تجھے پروردگارِ دو جہاں

تیری نظروں میں فقیر و بادشہ سب ایک ہیں
سارے عالم کے لئے ہے چشمۂ قدرت رواں

ذرّہ ذرّہ ہے منور تیرے فیضِ نور سے
وا اگر ہوجائیں چشمِ مائلِ خواب گراں

روز و شب محوِ تصور ہوں خیالِ دید میں
ہے تری توصیف کا کلمہ مرے وردِ زباں

بخش دے میرے گناہوں کو ہے تجھ سے التجا
میں ہوں عاصی اور خالق ہے تو غفار جہاں

نعت رسول مقبول ﷺ

شاہد حیدر آبادی

دونوں عالم جان و دل سے ہیں فدائے مصطفیٰ
کتنی سادہ، کتنی دلکش ہے ادائے مصطفیٰ

آپ کا ہوں آپ کا ہوں آپ کا ہوں یا نبیؐ
ہو نہیں سکتا کسی کا آشنائے مصطفیٰ

زلفِ مشکیں باعثِ ردِ بلائے دو جہاں
سرمۂ چشمِ بصیرت خاکِ پائے مصطفیٰ

اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی عطائے کردگار
لب پہ ہے نعتِ نبیؐ دل میں ولائے مصطفیٰ

بے نیازِ قصر و ایواں، دشمنِ جاہ و حشم
فخر شاہاں، رشکِ سلطاں ہے گدائے مصطفیٰ

شاہد اس کی زندگی ہے باعثِ صد رشک و ناز
رات دن کرتا ہے دل سے جو ثنائے مصطفیٰ

اجڑے ہوئے ویران

دنیا میں پریشان بہت دیکھے ہیں
اجڑے ہوئے ویران بہت دیکھے ہیں
منہ دیکھ کے رہ جاتے ہیں اپنوں کا عظیمؔ
اس طرح کے حیران بہت دیکھے ہیں

"اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور انہی کی مانند زمینیں۔ ان کے درمیان
(اس کا) حکم اترتا ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔" (الطلاق : ۱۲)

ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ اس رباعی میں مادی زندگی کے حالات و واقعات سے عبرت کے حصول کی ہدایت کر رہے ہیں۔ دنیاوی پریشانیاں اور رکاوٹیں دراصل دنیا سے غیر ضروری وابستگی ہے۔ آدمی اگر لوگوں سے غیر ضروری توقعات وابستہ نہ کرے تو اسے اتنی زیادہ پریشانی اٹھانا نہ پڑے۔ ہوتا یہی ہے کہ آدمی اپنے عزیز و اقارب اور قرب وجوار میں موجود دوسرے لوگوں سے بہت سی توقعات وابستہ کرلیتا ہے۔ جب یہ توقعات پوری نہیں ہوتیں تو آدمی مایوس ہوجاتا ہے جب کہ یہ طرزِ فکر ہی غیر دانش مندانہ ہے۔

سوچنا یہ چاہئے کہ جب ہم دوسروں کی توقعات پوری نہیں کرتے تو کیا ضروری ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ خواہشات اور توقعات وابستہ کریں؟ — یہ روز کا عمل ہے کہ میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے سے اس طرح توقعات قائم کرتے ہیں جن کو خود پورا نہیں کرسکتے اور نہیں کرتے۔ یہ کیسی خود غرضی ہے جو کام ہم خود نہیں کرتے، اس میں دوسرے کے اوپر بھروسا کریں۔

صحیح طرزِ عمل یہ ہے کہ ذہنی وابستگی اللہ کے ساتھ ہو اور زندگی کا ہر عمل Care of Allah یقین کے ساتھ کیا اور سمجھا جائے۔ اس طرزِ عمل کے نتیجے میں انسان اللہ کا دوست بن جاتا ہے۔ غم اور خوف سے نجات مل جاتی ہے۔

آج کی بات

قارئین ! السلام علیکم — یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ زندگی غیب ظاہر اور ظاہر غیب پر سفر کرتے ہوئے بالآخر غیب ہو جاتی ہے مگر غائب نہیں ہوتی کہ کائنات میں ہر غیب ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو ظاہر کرنا چاہا تو ارادے میں موجود کائناتی پروگرام تفصیل اور تکمیل کے ساتھ عدم سے وجود میں آگیا۔ عدم وہ مقام ہے جہاں وقت زیر بحث نہیں جب کہ وجود* وقت کی معین اسپیس ہے۔ جب وقت اسپیس پر سے گزر جاتا ہے تو وجود دوبارہ عدم میں چلا جاتا ہے۔ خالقِ کائنات اللہ کا ارشاد ہے،

> ''کیا نہیں گزرا انسان پر زمانے میں ایک وقت ایسا جب وہ ناقابلِ تذکرہ شے تھا؟ ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اسے راستہ دکھایا۔ خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔'' (الدّھر : ۱۔۳)

زندگی کا مظاہرہ دو رخوں میں ہے — ایک زمان اور دوسرا مکان۔

زمان سے پہلے لازمانیت اور مکان سے پہلے لامکانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لازمانیت اور لامکانیت کو وقت کی ناقابلِ تذکرہ اسپیس قرار دیا ہے جس میں انسان موجود تھا لیکن اس کی انفرادیت قائم تھی نہ اجتماعیت۔ اللہ نے اس میں روح پھونکی، مختلف مقداروں پر مشتمل مخلوط نطفے سے اس کا جسم تخلیق کیا اور حواس پیدا کرکے سماعت و بصارت منتقل کی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کو اس کے لئے امتحان قرار دیا کہ وہ اپنی پیدائش پر غور کرتا

---

* وجود (مظاہرہ)

ہے یا نہیں اور کس گروہ میں شامل ہوتا ہے، اس گروہ میں جس کا وصف شکر گزاری ہے یا وہ لوگ جو نعمتوں کا انکار کر کے ناشکری کرتے ہیں؟

• • ———————— • •

سورۃ الدّھر کی آیات میں زمان و مکان اور لازمانیت کے فارمولے ہیں۔ یہ انسان کو کائنات میں اس کی پیدائش سے پہلے کی اسپیس سے متعارف کرواتی ہیں اور پیدائش کے بعد کی اسپیس کا علم دیتی ہیں۔ ان آیات میں یہ فارمولا بھی ہے کہ انسان کی تخلیق کس مادے سے ہوئی ہے، اس میں رنگوں کا کیا عمل دخل ہے، زوجین کے قانون کا ذکر ہے اور یہ کہ اس پورے نظام کی تخلیق کا مقصد کیا ہے اور اس میں شکر گزاری کا کیا مقام ہے۔

شکر گزاری سے مراد وسائل کا عجز کے ساتھ استعمال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خالص بندے نعمتوں سے مستفیض ہوتے ہیں تو یہ بات ملحوظِ خاطر رہتی ہے کہ ہم اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ شکر یہ ہے کہ وسائل استعمال کرنے کے ساتھ بندہ تفکر کرے کہ یہ سب کن فارمولوں سے اور کس نظام کے تحت تخلیق ہوا ہے۔ شکر ایک اسپیس ہے جو غور و فکر سے حاصل ہوتی ہے۔ وسائل اور نعمتوں پر غور و فکر کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کرنے والا بندہ اُس اسپیس میں داخل ہو سکتا ہے جسے اللہ نے دہر* فرمایا ہے۔

• • ———————— • •

عالمِ ناسوت میں مخلوق یا آدمی کی تخلیق جس مادہ (matter) سے ہوئی ہے، الہامی علوم کی دستاویز آخری آسمانی کتاب قرآن کریم میں اس حوالے سے ارشاد ہے،

- جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا۔ (الکھف : ۳۷)
- اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی ہوئی مٹی سے بنایا۔ (الرحمٰن : ۱۴)

ہر چیز جو اندر سے خالی ہو، بجتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو بجتی اور کھنکھناتی فرما کر اس

---

* دہر (لازمانیت، لاتناہیت)

کے اندر خلا کی نشاندہی کی ہے۔ مٹی کی حیثیت خول کی ہے اور اس سے تیار ہونے والا لباس جیسے آدمی، درخت، پھول، چڑیا— سب خول ہیں جن کے اندر خلا ہے۔ خلا میں مخلوط بوند داخل ہونے سے حواس پیدا ہوئے۔ بالفاظ دیگر سماعت و بصارت بیدار ہونے سے وقت اور فاصلے کی ترتیب قائم ہوگئی۔ توجہ طلب ہے کہ آدمی آواز تب سنتا ہے جب آواز فاصلے پر ہو۔ فاصلہ کم یا زیادہ ہوسکتا ہے۔ اور آدمی کسی شے یا فرد کو تب دیکھتا ہے جب وہ اس سے مختلف ہو۔ بوند وہ تصورات ہیں جو لازمانیت سے زمانیت اور زمانیت سے مکانیت میں منتقل ہوتے ہیں۔ انہی تصورات کا نام انسان، جنات، پہاڑ، شیر، کوئل وغیرہ ہے۔

••———————••

آپ نے جو پڑھا ہے، اسے اب اس طرح پڑھئے۔

انسان پر زمانے میں ایک وقفہ یا وقت ایسا گزرا ہے جب اس میں تکرار نہیں تھی۔

↓ زمانہ	وقت	بوند
دہر	حین	نطفہ
لازمانیت	زمانیت	مکانیت

وہ مقام جہاں تصورات موجود ہیں لیکن لاتناہیت میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان میں حرکت نہیں، اسے لازمانیت کہتے ہیں۔ جب ان تصورات کا عکس زمانیت (وقت) میں منتقل ہوتا ہے تو حرکت پیدا ہوتی ہے اور حرکت کا مظاہرہ مکانیت (فاصلہ) ہے۔

لی مع اللہ وقت

زمانیت اور مکانیت ایک امر کے دو رخ ہیں۔ لاتناہیت سے آنے والی اطلاعات کی جو سطح ہمارے سامنے ہے، وہ مکانیت ہے اور جو سطح نظر سے اوجھل ہے، اسے ہم زمانیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس طرح سمجھئے کہ زمانیت حرکت ہے اور مکانیت خدوخال ہیں۔ حرکت اور خدوخال ملتے ہیں تو شے قابلِ تذکرہ ہے۔

آدمی کے شعور میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ لاتناہیت سے آنے والی اطلاع کو بیک وقت دیکھ سکے، سن سکے اور سمجھ سکے۔ شعور یکے بعد دیگرے ایک ایک چیز کو دیکھتا، سنتا اور سمجھتا ہے۔ حواس کی اس ترتیب میں جب درجہ بہ درجہ وقفہ پیدا ہوتا ہے تو اسے لمحات یا وقت کے نام سے سمجھا جاتا ہے۔ جب اطلاع کے اجزا کو نگاہ دیکھتی ہے، کان سنتے ہیں اور ذہن سمجھتا ہے تو مکانیت (مظاہرہ) عمل میں آتی ہے۔

اس پوری تحریر کو ابدالِ حق حضور قلندر باباؒ اولیاؒ کے الفاظ میں پڑھئے اور سمجھئے۔

" اللہ تعالیٰ نے مٹی کو بجتی اور کھنکھناتی فرمایا ہے یعنی خلا مٹی کے ہر ذرّے کی نیچر ہے۔ اس ہی خلا کا نام حین لیا ہے۔ ارشاد ہے کہ 'ہم نے انسان کو پھر دیکھتا سنتا بنادیا'۔ مراد یہ ہے کہ خلا میں حواس پیدا کر دیئے۔ یہ حواس وہ بوند ہیں جس کا تذکرہ نطفے کے لفظ سے کیا ہے۔ خلا زمانِ غیر مسلسل ہے اور بوند زمانِ مسلسل ہے۔ خلا نور ہے اور بوند نسمہ ہے۔ بوند کے معنی کوئی جسمیت نہیں ہے بلکہ وہ ایک نقطۂ ماسکہ ہے۔ اس ہی نقطے میں تصورات جمع ہوتے ہیں۔ فرمایا ہے پلٹتے رہے اس کو۔ گویا جو تصورات مصدر اطلاعات (دہر) سے خلا (حین) کو حاصل ہوئے، ان میں ترتیب قائم کی گئی۔ اس ہی ترتیب نے حواس یا مظاہر کی شکل اختیار کرلی۔"

"آج کی بات" کو ایک مرتبہ اپنی تحریر میں لکھ کر کم از کم تین مرتبہ پڑھئے۔ الفاظ ذہن میں نقش ہوتے ہی حافظے کا بند دروازہ کھلے گا اور رموز کا انکشاف ہوگا، انشاءاللہ۔

قارئین اس تحریر کو ذہن نشین کرنے کے لئے سوال کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ "ماہنامہ قلندر شعور" کی اشاعت کو پورے 10 سال ہو گئے۔ خواتین و حضرات قارئین نے ہر مرحلے پر ادارہ کے ساتھ تعاون کیا اور ادارہ نے نہایت شکریہ کے ساتھ اس کو قبول کیا۔

اللہ حافظ

خواجہ شمس الدین عظیمی

فقیر کی ڈاک

تفکر ــــ ذہن کی دنیا میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ تفکر سے خیال کی گہرائیاں روشن ہوتی ہیں۔ گہرائی میں تخلیقی رموز کے خزینے ہیں جن تک رسائی ــــ عرفانِ نفس اور معرفتِ الٰہی ہے۔ "فقیر کی ڈاک" اذہان کی آبیاری ہے جس میں مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب شعور کے تانے بانے کو لاشعور سے جوڑ دیتے ہیں۔

محترم عظیمی صاحب ــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

اسمِ اعظم کسے کہتے ہیں ــــ؟ سنا ہے کہ اگر کسی شخص کو اس کا علم حاصل ہو جائے تو اس کی تقدیر جاگ اٹھتی ہے، دین و دنیا کی دولت سے نوازا جاتا ہے وغیرہ۔ گزارش ہے کہ اسمِ اعظم کی وضاحت فرمایئے۔ نیز یہ بھی بتایئے کہ کیا ہر نوع کا اسمِ اعظم الگ الگ ہوتا ہے؟

شکریہ۔ ذوالفقار الٰہی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ،

لوحِ محفوظ کا قانون ہمیں بتاتا ہے کہ ازل سے ابد تک صرف لفظ کی کارفرمائی ہے۔ حال، مستقبل اور ازل سے ابد تک کا درمیانی وقفہ لفظ کے علاوہ کچھ نہیں۔ کائنات میں جو کچھ ہے، وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہوا لفظ ہے۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔ اسی اسم کی مختلف طرزوں سے نئی نئی تخلیقات وجود میں آتی رہتی ہیں اور آتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا اسم پوری کائنات کو کنٹرول کرتا ہے۔

لفظ یا اسم کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ہر قسم کے اسم یا الفاظ کا ایک سردار ہوتا ہے اور وہی سردار یا اسم اپنی قسم کے تمام اسماء کو کنٹرول کرتا ہے ــــ یہ سردار اسم بھی اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور اسی کو

اسمِ اعظم کہتے ہیں۔

اسماء کی حیثیت روشنیوں کے علاوہ کچھ نہیں۔ ایک طرز کی جتنی روشنیاں ہیں، ان کو کنٹرول کرنے والا اسم بھی ان ہی روشنیوں کا مرکب ہے اور یہ اسماء کائنات میں موجود اشیا کی تخلیق کے اجزا ہیں۔ مثلاً انسان کے اندر کام کرنے والے تمام تقاضے اور پورے حواس کو قائم رکھنے والا اسم ان سب اسماء کا سردار ہوتا ہے اور یہی اسمِ اعظم کہلاتا ہے۔

نوعِ جنات کے لئے الگ اسمِ اعظم ہے۔

نوعِ انسانی کے اوپر الگ اسمِ اعظم کی حکمرانی ہے۔

نوعِ نباتات کے لئے الگ — نوعِ جمادات کے لئے الگ اور نوعِ ملائکہ کے لئے الگ اسم ہے۔

کسی نوع سے متعلق اسمِ اعظم کو جاننے والا صاحبِ علم، اس نوع کی کامل طرزوں، تقاضوں اور کیفیات کا علم رکھتا ہے۔

انسان کے اندر پورے تقاضوں اور جذبات کے ساتھ دو حواس کام کرتے ہیں۔

- ایک طرح کے حواس خواب میں کام کرتے ہیں۔
- دوسری طرح کے حواس بیداری میں کام کرتے ہیں۔

ان دونوں حواس کو اگر ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو ان کی تعداد گیارہ ہزار ہوتی ہے اور ان گیارہ ہزار کیفیات اور تقاضوں کے اوپر ہمیشہ ایک اسم غالب رہتا ہے۔

اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ انسان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے جو اسماء کام کر رہے ہیں، ان کی تعداد گیارہ ہزار ہے اور ان گیارہ ہزار اسماء میں سے ساڑھے پانچ ہزار اسماء خواب میں کام کرتے ہیں۔ اشرف المخلوقات ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق انسان کے اندر کام کرنے والا ہر اسم کسی دوسری نوع کے لئے اسمِ اعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وہ اسماء ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سکھایا ہے۔ خالقِ کائنات اللہ کا ارشاد ہے،

"اور ہم نے آدم کو علم الاسماء سکھایا۔" (البقرۃ: ۳۱)

تکوین یا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کائناتی ایڈمنسٹریشن کو چلانے والے حضرات یا صاحبِ خدمت اپنے اپنے عہدوں کے مطابق ان اسماء کا علم رکھتے ہیں۔

اسمِ ذات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا ہر اسم اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جو کامل طرزوں کے ساتھ اپنے اندر تخلیقی قدریں رکھتا ہے ۔ تخلیق میں کام کرنے والا سب کا سب قانون، اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر اسم ایک چھپا ہوا خزانہ ہے۔ جو لوگ ان خزانوں سے واقف ہیں، جب وہ اللہ تعالیٰ کا نام وردِ زبان کرتے ہیں تو ان کے اوپر رحمتوں اور برکتوں کی بارش برستی ہے۔

عام طور پر اللہ تعالیٰ کے 99 نام مشہور ہیں۔ اس بیش بہا خزانے سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہر کام کی تاثیر اور پڑھنے کا طریقہ الگ الگ ہے۔ کسی اسم کی بار بار تکرار سے دماغ اس اسم کی نورانیت سے معمور ہو جاتا ہے اور جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کے اسم کے انوار دماغ میں ذخیرہ ہوتے ہیں، اسی مناسبت سے بگڑے ہوئے کام بنتے چلے جاتے ہیں اور حسبِ دل خواہ نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

دعاگو، عظیمی

شیر نے کہا.....؟

حضرت عیسیٰؑ کا ایک دوست تھا مگر نادان۔ اس نے حضرت عیسیٰؑ سے درخواست کی کہ مجھ کو اسمِ اعظم سکھا دیجئے۔ انہوں نے ہر چند انکار کیا اور سمجھایا کہ تو اس قابل نہیں ہے۔ وہ نہیں مانا اور اصرار کیا۔ ناچار بتلایا اور امتحان بھی کرا دیا لیکن منع فرمایا کہ آئندہ تو اس کو کام میں نہ لانا ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ یہ فرما کر چل دیئے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ بھلا اب تو دیکھوں اسمِ اعظم تاثیر کرتا ہے یا نہیں۔ کچھ ہڈیاں نظر آئیں۔ ان پر اسم پڑھا۔ فوراً ایک شیر خونخوار زندہ ہو کر غرایا اور اس کو پھاڑ کھایا۔ جب حضرت عیسیٰؑ اس راہ سے واپس آئے تو دیکھا کہ وہ مرا ہوا پڑا ہے اور شیر کھا رہا ہے۔ شیر سے پوچھا، تو نے اس کو کیوں مارا۔۔؟ شیر نے جواب دیا کہ یہ شخص میرا خالق تو بنا تھا مگر رزق کی فکر نہ کی اس لئے میں نے اس کو کھا لیا۔ (کتاب: تذکرہ غوثیہ)

نامے میرے نام

"ماہنامہ قلندر شعور" نے قارئین خواتین و حضرات کو رسالے کے پلیٹ فارم سے تفکر کی دعوت دی ہے۔ رابطے کے قدیم و جدید وسائل کے ذریعے موصول ہونے والے خطوط شائع کئے جا رہے ہیں۔ ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور" کا قارئین کے تفکر سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

دسمبر 2022ء کے "آج کی بات" پر موصول تفکر نامے میں سے منتخب خطوط:

◆ عقیلہ سعید (کراچی): میری دانست میں دسمبر 2022ء کے "آج کی بات" میں جس نگاہ کی طرف اشارہ ہے، وہ نور ہے جو پلک جھپکتے میں 90 سال کا فاصلہ طے کر لیتا ہے اور چاند ستاروں کے فاصلے کی بھی نفی کر دیتا ہے۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ نور کائنات پر محیط ہے اور ہر شے کی بنیاد ہے۔ جب ایک فرد کے اندر نور دوسری شے کے اندر نور کو دیکھتا ہے تو فاصلے کی نفی ہو جاتی ہے۔

◆ سدرہ حفیظ (آسٹریلیا): بارش کی مثال فکر طلب ہے۔ ہر تجربہ اسپیس اور ٹائم کے ساتھ ریکارڈ ہوتا ہے اس لئے جب کوئی بات یاد آتی ہے تو جذبات، کیفیات اور مناظر کے ساتھ پورا واقعہ حافظے میں روشن ہو جاتا ہے۔ بارش ہزار سال پہلے کی ہو، آج ہو یا ہزار سال بعد کی، ایک ہے مگر درمیان میں دوسرے واقعات پیش آنے سے تاثر قائم ہوتا ہے کہ بارش الگ الگ ہے۔ ہم مستقل اسپیس کے پھیلنے اور سمٹنے میں ردّوبدل ہو رہے ہیں۔

◆ امبرین رئیس (جگہ کا نام نہیں لکھا): دماغ میں تصویر بننا دراصل ادراک یا information ہے جو خیال (لہروں) کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہے جیسے پروجیکٹر سے لہریں اسکرین پر ظاہر ہوتی ہیں۔ بچہ لاشعور سے آتا ہے اور لاشعور سے واقف ہوتا ہے مگر ماحول میں فکشن طرزوں کی وجہ سے لاشعور بھول کے خانے میں چلا جاتا ہے اور فکشن — شعور بن جاتا ہے۔

◆ عبدالقادر (ساہیوال): آدمی جس دنیا میں ہو، ماحول کی نقل ہے۔ جو کچھ سنتا ہے، بولتا ہے، جو دیکھتا

ہے، وہ کرتا ہے اور اس کے لئے حافظے کی مدد لیتا ہے۔ زندگی حافظے کی بنیاد پر بسر ہوتی ہے۔ اس دنیا میں آنے سے پہلے کی زندگی یاد نہ ہونے کا تعلق بھی حافظے سے ہے۔

◆ رونق علی (لاہور): لکھا ہے کہ ادراک وقفہ ہے۔ سمجھ میں یہ آیا کہ جب کوئی مظہر حواس کی گرفت میں آتا ہے تو اس سے حواس میں مختصر یا طویل ایک وقفہ پیدا ہوتا ہے — یہ وقفہ ہماری زندگی ہے۔

◆ صائمہ طفیل (ملتان): ایک طرف ہم پر اسپیس کا غلبہ ہے اور دوسری طرف اسپیس کے سمٹنے کا عمل تسلسل سے جاری ہے۔ جب چاہتے ہیں، ماضی میں داخل ہو جاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں آئندہ کی منظر کشی کرتے ہیں مگر یہ کیفیات ذہن کی سطح تک ہیں، جسم کی حرکات محدود ہیں۔

◆ اقصیٰ خالق (سانگھڑ): آدمی 90 سال گزار کر 90 سال کا ہوتا ہے۔ جب پلٹ کر اس سفر کو دیکھتا ہے تو 90 سال غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ دنیا ہے یا طلسم کدہ—؟ ابدالِ حق حضور قلندر باباؒ نے فرمایا ہے،

"دنیائے طلسمات ہے ساری دنیا"

◆ طیب علی (کراچی): تصویر یادداشت یا ریکارڈ ہے۔ 60 سالہ شخص بچپن کے لمحات ریکارڈ میں دیکھتا ہے۔ روحانی بزرگوں کے مطابق کائنات ازل تا ابد ریکارڈ ہے جسے روح سے واقف شخص دیکھ لیتا ہے۔ بارش کی مثال دی گئی ہے کہ حال میں ہونے والی بارش ماضی کی یاد دلاتی ہے تو دونوں کی اسپیس ایک ہو جاتی ہے یعنی ہم بڑی اسپیس کو چھوٹی اسپیس میں دیکھتے ہیں۔ جب لمحات گزرتے ہیں تو ان کی اسپیس طویل محسوس ہوتی ہے اور جب گزر جاتے ہیں تو اسپیس مختصر ہو جاتی ہے۔ حقیقی نگاہ اسپیس میں تغیر کی نفی کرتی ہے۔

◆ ماجد محمود (راولپنڈی): جسم پر اسپیس اور نگاہ پر وقت کا غلبہ ہے۔ جسم اسپیس کی تقسیم کو قبول کرتا ہے جب کہ نگاہ اس تقسیم کی نفی کر دیتی ہے۔ ایک ہاتھ کے فاصلے پر رکھی شے کو اٹھانے کے لئے بھی ہاتھ بڑھانا پڑتا ہے جب کہ نگاہ اپنی جگہ پر رہ کر اس شے کو دیکھ لیتی ہے۔

◆ فرزانہ بانو (کراچی): تصویر ریکارڈ ہے۔ ریکارڈ یادداشت میں محفوظ ہے جیسے تالاب میں کنکر پھینکتے ہیں، کنکر تہ میں جاتا ہے تو دائرے بنتے ہیں۔ یہ دائرے ایک مفہوم رکھتے ہیں۔ کنکر داخل ہونے سے پانی کے باطن میں حرکت نمایاں ہوتی ہے یعنی جو چیز مظہر بنی، وہ باطن میں موجود ہے اس لئے اس کا مظاہرہ ہوا۔

دسمبر 2022ء کے مضامین پر قارئین کی آرا اور تبصرے:

◆ زینب نفیس (ابوظہبی): ہر ماہ "فقیر کی ڈاک" پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ یہ ڈاک میرے لئے ہے اور اس کی مخاطب میں ہوں۔ دسمبر 2022ء کی ڈاک نے مجھے سکھایا کہ اصل عمل نیت ہے۔ میں کسی کو کھانا کھلاؤں اور نیت میں خود نمائی ہو تو یہ عمل کھانا کھلانے کے بجائے خود نمائی میں شمار ہوگا۔

◆ حذیفہ غازی (کراچی): ڈاکٹر منیب کی تحریر "پرمیننٹ ریزیڈنسی" پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ انہوں نے کس وجہ سے کینیڈا میں مستقل رہائش کے لئے درخواست جمع نہیں کروائی۔ اس دور کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو دنیا کو عارضی سمجھتے ہیں اور اصل وطن کی مستقل رہائش کے خواہاں ہیں۔ اللہ انہیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے اور ان کے ہاتھ میں شفا عطا فرمائے، آمین۔

◆ ماہ رخ دلشاد (پشاور): میرا پسندیدہ سلسلہ پیرا سائیکالوجی ہے۔ اس وقت دنیا میں آٹزم تیزی سے پھیل رہا ہے۔ انگلینڈ سے ایک صاحب کے خط پر آپ کا جواب پڑھ کر خوشی ہوئی کہ اس بیماری کا علاج موجود ہے۔ یہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہے۔ مغربی دنیا کی یونیورسٹیوں میں پیرا سائیکالوجی کے علیحدہ شعبے قائم ہو چکے ہیں۔ میں نے تقریباً سب کے نصاب کا جائزہ لیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ابھی وہ اس علم کی حقیقت سے دور ہیں۔ اس حوالے سے جتنی وسعت آپ کی تحریروں میں ملتی ہے، اس کا عشرِ عشیر بھی ان اداروں کے نصاب میں نہیں۔

◆ مقصود صادق (فیصل آباد): مضمون "تین سو نینو میٹر" میں آدمی اور جنات کے اوقات کے بارے میں تحریر ہے کہ ہمارا ایک سال جنات کے نو سال کے برابر ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر جنات کی عمریں ہم سے کم ہوں گی جب کہ سننے میں آتا ہے کہ جنات کی عمریں آدمی سے کافی زیادہ ہوتی ہیں۔ پھر جنات کا ایک سال ہمارے نو سال کے برابر کیسے ہوا؟ ● (خواب کی زندگی پر غور کیجئے۔ ادارہ)

◆ عبداللہ (اسلام آباد): "میکانزم پر قائم دنیا" میں خیال اور طرزِ فکر سے متعلق نیا زاویہ ملا۔ خیال آتا ہے تو بندہ کوئی کام کرتا ہے۔ اگر خیال میں شک کی آمیزش ہو جائے تو خیال اپنی جگہ رہتا ہے لیکن طرزِ فکر میں ملاوٹ ہو جاتی ہے اور نتیجہ پریشانی اور بے سکونی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

● قارئین! خط کشیدہ جملے پر غور کیجئے۔ (ادارہ)

◆ سونیاہارون (کراچی): لکھا ہے کہ انسان سمندر کو نہیں دیکھتا، سمندر انسان کو دیکھتا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ سمندر ہمیں کس قانون کے تحت دیکھتا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ جب آدمی کی بنیادی "حس" دیکھنا دوسری شے کی مرہونِ منت ہے تو آدمی کی حیثیت کٹھ پتلی کے علاوہ کیا ہے؟

● پانی بھی حواس رکھتا ہے۔ اگر کوئی آدمی ڈوب رہا ہو اور اس کی زندگی باقی ہو تو پانی اسے باہر پھینک دیتا ہے۔ اس جواب پر غور کیجئے اور ادارہ کو لکھ کر بھیج دیجئے۔ اللہ آپ کے علم میں اضافہ کرے، آمین۔

◆ رابعہ سلطان (ایبٹ آباد): "پیراسائیکالوجی" میں سانولے رنگ سے متعلق مسئلہ پڑھ کر دل رنجیدہ ہوا۔ لوگوں نے کچھ ایسے فرسودہ اصول متعین کر لئے ہیں کہ جب کوئی شخص بالخصوص خاتون ان کے بنائے ہوئے اصولوں پر پورا نہیں اترتی تو اسے احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ میرا تجربہ ہے کہ رنگ سے متعلق فرسودہ اصولوں کی ترویج میں بنیادی کردار خود خواتین کا ہے۔ رسالہ پڑھنے والی تمام خواتین کو معاشرے سے یہ فرسودہ سوچ ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔

◆ شہریار کاشف (کراچی): مضمون "سمندر دیکھتا ہے" نے سوچنے پر مجبور کیا کہ سمندر ہمیں دیکھتا ہے تو اس کی کیفیت اور تشنگی ہمارے اندر منتقل ہو جاتی ہے اور ہم خود کو تشنہ محسوس کرتے ہیں۔ کیا یہ ہماری کمزوری نہیں کہ ہم نے مخلوقات میں اشرف ہو کر سمندر کا اثر قبول کیا—؟ سوال یہ بھی ہے کہ جب ہم سمندر کو اور سمندر ہمیں دیکھتا ہے تو کیا وہ بھی ہمارا اثر قبول کرتا ہے؟

◆ عشرت خاتون (گجرات): مضامین پڑھنے سے ذہن یکسو ہو جاتا ہے۔ رسالے کی زبان عمومی طور پر سادہ ہے۔ مشکل الفاظ کے معانی لکھے جاتے ہیں۔ روحانی علوم کی سادہ زبان میں تفہیم قابلِ ستائش ہے۔ میں رسالے کی دو تین کاپیاں ساتھ رکھتی ہوں اور جہاں جاتی ہوں، لوگوں میں تقسیم کر دیتی ہوں۔ روحانی مشن کی ترویج میں میری جانب سے یہ ادنیٰ کوشش ہے۔ ● (شکریہ۔ ادارہ)

★ — ★ — ★

آپ کا ہر دلعزیز رسالہ "ماہنامہ قلندر شعور" آن لائن مطالعے کے لئے دستیاب ہے۔ "ماہنامہ قلندر شعور" کے ڈیجیٹل ایڈیشن کی سبسکرپشن کے لئے ویب سائٹ پر موجود فارم پُر کیجئے۔ ہمارا ویب ایڈریس یہ ہے،

https:/ / qalandarshaoormonthly.online/

بلال حسن

وقت میں سفر

ہوم ورک

۱۔ فرد شے کو تقسیم کر کے شے کی رفتار کو تقسیم کر دیتا ہے اور تقسیم شدہ رفتار کی مدد سے اصل رفتار جاننا چاہتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟

۲۔ چاند، سورج، دن اور رات اپنے اپنے فلک میں تیر رہے ہیں۔ تیرنے سے کیا مراد ہے؟

۳۔ جن نظاموں میں وقت کی رفتار تیز ہے اور ان نظاموں کے ذریعے ہماری دنیا کے اوقات قائم ہیں پھر ہماری دنیا میں وقت کی رفتار وہ کیوں نہیں جو ان دنیاؤں میں ہے؟

۴۔ خواب زید نے دیکھا ہے لیکن تعبیر کوئی اور بتاتا ہے۔ علمِ رویا جاننے والے کا زید کے خواب کی تعبیر بتانا کس علم کے تحت ہے؟

۵۔ جو اجسام ناقابلِ شمار رفتار سے اپنے اپنے فلک میں تیر رہے ہیں، ہماری زمین پر ان اجسام کی روشنی سے گھٹنے، بڑھنے اور استفادہ کرنے والی اشیا تیرنے کے بجائے جمی ہوئی کیوں نظر آتی ہیں؟

آسمان و زمین کا نظام اور ان میں تخلیقات کا آپس میں ربط تلاش کریں تو دماغ کے خلیات کو بیدار (چارج) کرنے والے حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ کوئی خلیہ جب چارج ہوتا ہے تو اس خلیے کا ربط کائنات کے جس مقام سے ہے ـــ محقق کے لئے وہ مقام روشن ہو جاتا ہے۔

زمین پر آباد لوگوں کے لئے آسمان ماورائی دنیا ہے جس کے بارے میں وہ اتنا جانتے ہیں جتنا انہیں زمین سے نظر آتا ہے۔ ضروری نہیں کہ جو نظر آتا ہے، وہ صحیح ہو کیوں کہ آدمی یا محقق شعوری طرزوں میں دیکھتا ہے جب کہ آسمانی دنیا لامحدود ہے۔ زمین کی ساخت، مقام اور حد کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا اہم ہے،

۱۔ زمین محض وہ سطح نہیں جس پر ہم کھڑے ہیں بلکہ یہ ایک پورا حلقہ یا دائرہ ہے۔ اس کی حد وہاں تک ہے جہاں تک زمین کی لہریں دَور کرتی ہیں۔ اس کے بعد آسمانی فضا شروع ہوتی ہے۔

۲۔ ہر وہ مظہر جو ہمیں نظر آتا ہے اور نظر

نہیں آتا، دراصل کسی زمین پر قائم ہے۔ اس معنی میں زمین کا مطلب سطح یا اسکرین ہے۔

۳۔ آسمان اور زمین کے درمیان فضا بھی زمین ہے، آدمی اور اس کی ایجادات ایک حد کے بعد زمین کی فضا میں سفر نہیں کر سکتیں جب تک کہ ذہن مٹی کے ثقل سے آزاد نہ ہو۔

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ نے ایک رباعی میں کششِ ثقل کے قانون کو بیان فرمایا ہے،

مٹی سے نکلتے ہیں پرندے اڑ کر
دنیا کی فضا دیکھتے ہیں مڑ مڑ کر
مٹی کی کشش سے اب کہاں جائیں گے
مٹی نے انہیں دیکھ لیا ہے مڑ کر

محترم عظیمی صاحب تشریح میں فرماتے ہیں،

"تمام جاندار مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔ مٹی سے مراد روشنیوں کا وہ خلط ملط ہے جس میں تمام رنگ موجود ہیں۔ اسے کُل رنگ روشنی بھی کہا جاتا ہے۔ یہی رنگ درخت کی جڑیں زمین سے حاصل کرتی ہیں اور یہی رنگ تنا، شاخوں، پتّوں، پھول اور پھل میں نمایاں ہو جاتے ہیں لیکن تخلیق کی یہ طرز دیرپا نہیں ہے۔ جلد ہی یہ تخلیق پھر مٹی بن جاتی ہے۔ پرندے بھی اسی مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ قوتِ پرواز حاصل ہو جانے کے بعد بھی مٹی سے رستگاری حاصل نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ مٹی کے دائرہ کار (gravity) سے باہر نہیں جاسکتے۔ جلد ہی یہ کشش انہیں پھر مٹی میں مل کر مٹی بن جانے پر مجبور کر دیتی ہے۔"

چاند اور سورج آسمانی دنیا کے مکین ہیں مگر ان کی بنیادی خدمات زمین پر نظامِ زندگی کے لئے ہیں۔ ان کی گردش سے لیل و نہار، موسموں کی تبدیلی، دن، مہینے اور سالوں کی گنتی، سمت شناسی کا نظام، ذائقہ، نشوونما اور کئی امور وابستہ ہیں۔

خالقِ ارض و سما کا ارشاد ہے،

"اور وہ اللہ ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔" (الانبیاء: ۳۳)

چاند اور سورج اجرامِ فلکی ہیں۔ یہ صرف ہماری نہیں بلکہ لاشمار دنیاؤں میں ہر زمین کی چھت سے دیکھے اَن دیکھے تاروں کے ذریعے معلّق ہیں۔ معلّق ہونا متوجہ کرتا ہے کہ یہ خود سے حرکت نہیں کرسکتے بلکہ اس ہستی کے امر کے پابند ہیں جس نے انہیں تخلیق کیا ہے۔

چاند اور سورج معلّق ہونے کے ساتھ اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔ مدار الگ ہونے کا

مفہوم یہ ہے کہ ان کے درمیان ٹائم اور اسپیس کا فرق ہے جس کی وجہ سے یہ ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے۔ اگر ٹائم کی مقدار میں کمی بیشی ہو جائے تو ان کی اسپیس کی مقدار بدل جائے گی لہٰذا وقت کی معین مقدار نے چاند اور سورج کے وجود اور ان سے منسلک دن رات کے نظام کو قائم رکھا ہے۔

لغت میں فلک کے معانی ہیں،

۱۔ ہر چیز کا بڑا اور گول حصہ

۲۔ سمندر کی مضطرب موج

۳۔ ستاروں کا مدار

فلک دائرہ، مدار یا orbit ہے جس میں تیرنے والے اجسام کی رفتار اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ مادی آلات شمار نہیں کر سکتے۔ آیت میں رفتار کی نشاندہی ہے۔ آیئے غور کرتے ہیں۔

کل فی فلک یسبحون

سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔

"سبح" وسیع معانی کا حامل لفظ ہے اور ہر معنی رفتار کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۔ پانی یا ہوا میں تیزی سے گزرنا۔

۲۔ دوڑنا یا چلنے میں دور تک نکل جانا۔

۳۔ تکمیلِ کار کے لئے مسلسل سرگرم رہنا۔

۴۔ تیزی، مضبوطی اور شدت۔

۵۔ غلط تصورات سے دوری۔

لاشعوری دنیا میں وقت یا رفتار کو اولیت ہے جب کہ شعوری دنیا میں شے کو تقسیم کر کے رفتار کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جب ایک شے کو تقسیم کر دیا گیا تو فرد نے ایسا کر کے اپنے لئے شے کی رفتار کو تقسیم کیا ہے۔ اب وہ تقسیم شدہ رفتار کی مدد سے اصل رفتار جاننا چاہتا ہے۔

کیا یہ ممکن ہے؟

چاند سورج اپنے دائرے میں تبدیلی، تعطل یا diversion کے بغیر تیزی کے ساتھ مسلسل تیر رہے ہیں اس لئے زمین پر دن رات کے نظام میں کبھی تعطل نہیں آیا یعنی دن رات بھی اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

محقق جب چاند، سورج اور ستاروں کی بات کرتے ہیں تو ہزاروں اور لاکھوں نوری سال کا فاصلہ بتاتے ہیں۔ اجرامِ فلکی زمین کی کشش سے بہت حد تک آزاد ہیں اس لئے ان کے ماہ و سال کی رفتار ہم سے ہزاروں گنا زیادہ ہے یعنی چاند سورج کی دنیا میں ایک دن 24 گھنٹے کا نہیں۔

ایک اور اہم بات جس نے تفکر کے دوران

بارہا متوجہ کیا، وہ "سبح" کا ایک معنی تیرنا ہے۔ اکثر مترجمین نے آیت میں اس لفظ سے مراد "تیرنا" لیا ہے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ خالی الذہن ہوکر تفکر کریں کہ "چاند، سورج، دن اور رات کے تیرنے" کا کیا مطلب ہے___؟

غور و فکر کرنے والا ابتدائی طور پر ایک سوال کے جواب کی تلاش میں ہوتا ہے مگر جب وہ اندر کی دنیا میں اترتا ہے تو قدم قدم پر سوالات انکشافات بن جاتے ہیں جو موضوع کی وسعت سے ہمکنار کرتے ہیں۔

سورج اور چاند سے متعلق ایک سوال یہ ہے کہ جن نظاموں میں وقت کی رفتار اتنی تیز ہے کہ ہم شمار نہیں کرسکتے، ان نظاموں کے ذریعے ہماری دنیا کے اوقات قائم ہیں پھر ہماری دنیا میں وقت کی رفتار وہ کیوں نہیں جو ان دنیاؤں میں ہے___؟ مثلاً سورج ہماری دنیا کا حصہ ہے لیکن اس کی اپنی بھی ایک دنیا ہے۔ فرض کریں کہ سورج کی دنیا میں ایک دن سو سال کے برابر ہے۔ صبح سے شام تک سورج کی شعاعیں ہماری زمین پر پڑتی ہیں تو اس دوران ان شعاعوں کے زیر اثر ہماری زمین پر سو سال کا وقت کیوں نہیں گزرتا، چند گھنٹے ہی کیوں گزرتے ہیں؟

آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری دنیا میں ثقل کا غلبہ ہے اس لئے رفتار کم ہوجاتی ہے لیکن آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ خود ماہرینِ ارضیات کا کہنا ہے زمین ایک دن میں تقریباً 25 ہزار میل کا سفر طے کرتی ہے۔ اگرچہ یہ ان کا قیاس ہے پھر بھی ایک دن میں اتنا سفر کم نہیں۔ اصل اعداد و شمار وہ بتاسکتا ہے جو لاشعوری دنیا سے واقف ہے اور مظاہر کو ٹکڑوں میں نہیں دیکھتا۔

لاشعوری علوم کا حامل شخص بیج* کو درخت اور درخت میں پھل کے مظاہرے کو دیکھنے کے لئے سالوں کی اسپیس کا محتاج نہیں، وہ بیج میں پورا درخت اور درخت میں پھل دیکھ لیتا ہے۔

رفتار اور اسپیس کی تقسیم کی بات ہو تو نیند کی دنیا کا ذکر ضروری ہے۔ کیا آپ نے غور کیا ہے کہ لاشعوری دنیا کا علم رکھنے والا شخص خواب کی تعبیر کیسے بتادیتا ہے؟ کیا آپ کو اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ خواب زید نے دیکھا ہے مگر

* بیج (ہر مخلوق کی ابتدا بیج سے ہوتی ہے۔)

ناواقف ہے کہ جو دیکھا، اس کا مطلب کیا ہے، اسے تعبیر کوئی اور بتاتا ہے؟ خواب زید نے دیکھا ہے۔ علمِ رویا جاننے والے فرد کا زید کے حافظے کی اسپیس میں داخل ہو کر تعبیر بتانا کس علم کے تحت ہے؟

تفکر راہ نمائی کرتا ہے کہ رویا کا علم جاننے والا کاغذ کے ٹکڑے پر لکھے الفاظ پڑھ کر تعبیر نہیں بتاتا بلکہ وقت میں سفر کرتا ہے۔ وقت کی جس اسپیس میں زید نے خواب دیکھا ہے، اس اسپیس کو دیکھ کر تعبیر بتاتا ہے اور بسا اوقات وہ مناظر بھی واضح کر دیتا ہے جو جاگنے کے بعد زید کو یاد نہیں رہے۔ بالفاظ دیگر وہ وقت کو ماضی، حال اور مستقبل میں تقسیم کر کے نہیں دیکھتا بلکہ وقت کو مطلق حیثیت میں دیکھتا ہے اس لئے وہ جب چاہے، اللہ کے حکم سے وقت کی کسی بھی اسپیس میں داخل ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم کائناتی قوانین کی دستاویز ہے۔ اس کی ہر آیت آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، ان کا علم عطا کرتی ہے۔ جو خواتین و حضرات اس علم کو حاصل کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اولی الالباب فرمایا ہے۔

"آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے آنے جانے میں اولی الالباب کے لئے نشانیاں ہیں۔ وہ جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں۔"

(اٰلِ عمران : ۱۹۰۔۱۹۱)

خالقِ کائنات نے سورج اور چاند کو پیدا کیا اور رات دن کا نظام تخلیق کیا۔ سورج، چاند، رات، دن اور ان سے منسلک ہر شے اپنے اپنے دائرے میں تیر رہی ہے۔ جو اجسام ناقابلِ شمار رفتار سے اپنے اپنے فلک میں تیر رہے ہیں، ہماری زمین پر ان اجسام کی روشنی سے گھٹنے، بڑھنے اور استفادہ کرنے والی اشیا جمی ہوئی کیوں نظر آتی ہیں—؟ دیکھنے کے اس زاویے کا قرآن میں ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے،

"تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو اور قیاس کرتے ہو کہ یہ جمے ہوئے ہیں، یہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔" (النمل: ۸۸)

پہاڑ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں لیکن ہمیں جمے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کسی مظہر کو حقیقت سے مختلف دیکھنا کیا ہے؟

خواتین و حضرات اس مضمون پر تبصرہ کریں۔

زیر سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری

برائے خواتین

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور ــــ روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طالبات وطلبہ کے لئے عظیمی صاحب کی کُتب اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

مکان نمبر 65 بلاک A-2- پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی

نزد جوہر ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر: 042-35185142

قرۃ العین واسطی

رحیمؔ پیا سوں یوں ملے
جوں بوند سمندر ناتھ

"جو مجھ میں فنا ہوا — وہ نہ آسمان میں ملے گا نہ زمین میں پایا جاسکے گا اور نہ ہی بہشت میں۔"

شیخ رفیع الدین دہلویؒ نے وصال سے قبل اپنی سب سے چھوٹی اولاد جو بیٹی تھیں، کو طریقت کا ایک رسالہ عنایت فرمایا۔ اہلیہ نے کہا کہ بیٹی غیر شادی شدہ ہے، جہیز اور اسبابِ خانہ دینا چاہئے نہ کہ رسائلِ تصوف۔ انہوں نے فرمایا،

"یہ رسائل مشائخ سے میراث میں ملے ہیں۔ اس کے بطن سے اس معنوی میراث کا مستحق ایک بچہ پیدا ہوگا۔ ہم نے یہ روحانی میراث اسی کے لئے دی ہے۔ باقی رہے اسبابِ خانہ تو وہ اللہ میسر کردے گا، ہمیں اس کا غم نہیں۔"

شیخ رفیع الدینؒ نے جس بچے کی بشارت دی تھی، دنیا انہیں شاہ عبدالرحیمؒ کے نام سے جانتی ہے۔ شاہ عبدالرحیمؒ اپنی پیدائش سے قبل کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں،

"فقیر ابھی ماں کے پیٹ میں تھا کہ اس وقت والدہ نے ایک بھکارن کو آدھی روٹی خیرات دی۔ وہ جانے لگی تو بلا کر باقی آدھی بھی دے دی اور فرمایا کہ بچہ جو پیٹ میں ہے، کہہ رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں پوری روٹی دینی چاہئے۔"

شاہ عبدالرحیمؒ نے مختلف سلاسل کے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ ان میں سید عظمت اللہ اکبر آبادیؒ، حضرت ابوالقاسم اکبر آبادیؒ اور خواجہ عبداللہ المعروف خواجہ خوردؒ شامل ہیں۔

نو یا دس برس کے تھے کہ بخارا سے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ محلے میں قیام پذیر ہوئے۔ وہ اکثر شاہ عبدالرحیمؒ پر توجہ کرتے تھے۔ ایک روز فرمایا، ایک درود جانتا ہوں جس کو پڑھ کر آدمی دولت مند ہوجاتا ہے۔ عرض کیا، اللہ میری تمام ضروریات والد کے ذریعے پوری کردیتا ہے۔ بچے کی بات سن کر وہ خاموش ہوگئے۔ چند روز بعد پھر فرمایا، مجھے بزرگوں سے

ایک دعا ملی ہے جسے کوڑھی پر دم کیا جائے تو کوڑھ فوراً کافور ہو جاتا ہے۔ عرض کیا، اللہ نے مجھے اس مرض سے دور رکھا ہے۔ اگر کوئی کوڑھی نظر آیا تو آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ کچھ روز بعد بزرگ نے فرمایا، درود اور دعا سے ہماری غرض تمہاری آزمائش تھی۔ معلوم ہوا کہ تم بلند ہمت والے ہو۔

اولیاءاللہ کی سوانح حیات میں تربیت کا مرکز نورِ باطن کا عرفان ہے۔ نیک بندے اس کی روشنی میں معاملاتِ زندگی طے کرتے ہیں۔

تربیت کے ایام کا ذکر ہے کہ شاہ عبدالرحیمؒ نے کسی صاحبِ کشف کی تعریف سنی تو ملنے کو دل چاہا تاکہ کچھ حاصل کریں۔ خیال آیا کہ نہیں جانا چاہئے۔ انہوں نے خیال کو نظر انداز کر دیا۔ دوبارہ تنبیہ ہوئی مگر پروا نہیں کی اور جانے کے لئے اٹھے۔ وہاں کیچڑ تھی نہ کوئی رکاوٹ مگر پاؤں پھسل گیا اور چوٹ لگی۔ اندر میں آواز نے کہا، پہلی تنبیہ پر عمل کرتے تو تکلیف نہ پہنچتی۔

عصر کے وقت مراقبہ میں تھے کہ لاشعوری کیفیات کا غلبہ ہو گیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے لئے اس وقت کو 40 ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا گیا اور اس میں آغازِ آفرینش سے قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار کو مجھ پر ظاہر کیا گیا۔

فنا فی اللہ کے حوالے سے ایک کیفیت کے بیان میں انہوں نے فرمایا،

> ”اوقاتِ عزیز میں سے ایک وقت فنائے کُلی* اور غَیبت نامہ* میسر ہوئی تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے فلاں بندے کو ڈھونڈ لاؤ۔ زمین میں تلاش کیا نہ پایا، آسمان چھان مارے، نہ ملا۔ بہشت میں تلاش کیا نہ پایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب کیا کہ جو مجھ میں فنا ہوا — وہ نہ آسمان میں ملے گا نہ زمین میں پایا جا سکے گا اور نہ ہی بہشت میں۔“

خاتم النبیین حضرت محمدؐ سے بہت عقیدت اور محبت تھی۔ ہر حال میں حضور پاکؐ کی پیروی کو مقدم رکھا۔ فرماتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا ہے، درود شریف اور خلوت سے پایا ہے، توجہ کی

---

* فنائے کُلی (فنائیت عدم شعور کو کہتے ہیں۔ ذاتِ احد میں اس درجہ استغراق کہ اپنا ہوش نہ رہے۔)
* غَیبت نامہ (اپنے نفس اور خلق سے غائب اور حق تعالیٰ کے حضور حاضر رہنے کو غَیبت کہتے ہیں۔)

بدولت پایا ہے۔ ملفوظات میں تحریر ہے،

"ایک مرتبہ خزانۂ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ طعام پکا کر آنحضرتؐ کی روح پُرفتوح کی نیاز دلوائی جاسکے لہٰذا تھوڑے سے بھنے ہوئے چنوں اور قندِ سیاہ پر اکتفا کرتے ہوئے نیاز کی۔ اس رات بچشمِ حقیقت دیکھا کہ آپؐ کی خدمت میں انواع و اقسام کے طعام پیش کئے جا رہے ہیں، وہ قند اور چنے بھی پیش کئے گئے۔ آپؐ نے انتہائی خوشی و مسرت سے قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا اور اس میں تھوڑا سا تناول فرما کر باقی اصحاب میں تقسیم فرمادیا۔"

اولیاء اللہ شریعت و طریقت پر کاربند ہوتے ہیں، اسی کی پاسداری کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتے۔

سید لطف کے دولت کدہ پر ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو صوفیائے کرام سے بعض باتوں میں اختلاف رکھتا تھا۔ اس وقت چولہے پر دیگچہ رکھا ہوا تھا اور خادم بازار گیا ہوا تھا۔ نماز کا وقت ہوا۔ اس نے امامت کی لیکن نماز کے دوران خیال ستاتا رہا کہ کھانا نہ جل جائے۔ شاہ صاحبؒ اس فعل سے روحانی طور پر مطلع ہوئے اور اس کی اقتدا چھوڑ کر تنہا نماز پڑھی۔ اسے یہ ناگوار گزرا۔ وجہ پوچھی تو فرمایا، تم نماز میں اپنے خادم کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور طعام پکا رہے تھے پھر میں تمہاری اقتدا کیسے کرتا___؟

وہ شخص پشیمان ہوا اور اصلاح کی۔

شاہ عبدالرحیمؒ کے پاس کوئی ہدیہ یا نذرانہ آتا تو اسے لوگوں میں تقسیم کر دیتے اور حقوق العباد کا بہت خیال رکھتے تھے۔

ایک آدمی حاضر ہوا اور رقم نذر کرنا چاہی۔ فرمایا کہ مجھے اس میں ایک خاص قسم کی ظلمت نظر آتی ہے___ شاید یہ مالِ زکوٰۃ ہے۔

معلوم ہوا کہ ایسا ہی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صبر کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ نماز اور صبر سے کام لو اور یہ کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ایک عقیدت مند شیخ فقیر اللہ سے روایت ہے کہ شاہ عبدالرحیمؒ کی والدہ فوت ہوئیں تو بے حد غمگینی کے باوجود غم کا اظہار نہیں کیا اور خاموشی اختیار کی۔ ایک رات سوئے ہوئے تھے اور میں ان کے پاؤں دبا رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک نور ظاہر ہوا اور ان پر محیط ہوگیا۔ خاص طور پر

سینے، چہرے اور منہ پر۔

ان کی آنکھ کھلی تو یہ واقعہ عرض کیا۔

انہوں نے فرمایا، یہ میرے صبر کا پھل تھا۔

مزاج میں قناعت اور لباس میں سادگی تھی۔ فرماتے تھے کہ جب سے استغنا اختیار کیا ہے، اپنے لئے بازار سے لباس خریدا نہ دستانہ، پاجامہ اور جوتے—اللہ تعالیٰ یہ چیزیں بوقتِ ضرورت کثرت سے عطا فرماتا ہے۔

کسی نے پوچھا، اللہ آپ کو اپنے بندوں کے وسیلے سے روزی پہنچاتا ہے اور سب کو اسی طرح دیتا ہے۔ رازق اللہ ہے پھر رزق کے معاملے میں عام لوگوں اور آپ میں کیا فرق ہے؟

فرمایا، تم حصولِ رزق کے لئے مخلوق سے توقع رکھتے ہو، ان کے آگے پیچھے پھرتے ہو مگر ہم رازقِ حقیقی کی طرف متوجہ رہتے ہیں، جو کچھ ملتا ہے، جانتے ہیں کہ یہ اس کی عطا ہے۔

عرض کیا، ابھی فرق واضح نہیں ہوا۔

یہ کہتے ہی اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ شاہ صاحبؒ کو کوئی نذرانہ پیش کرنا چاہئے۔

شاہ عبدالرحیمؒ نے قبول کرنے سے معذرت کرلی۔ اس کا اصرار بڑھا لیکن آپ نہیں مانے۔ اس نے کہا کہ اگر آپ نذرانہ قبول کرلیں تو اس میں میری بھلائی ہے اور اگر آپ انکار کرتے ہیں تو میں اسے اپنی بدبختی سمجھوں گا۔

فرمایا، چوکھٹ پر رکھ دو۔

اس نے ایسا ہی کیا۔

اتنے میں وہاں سے ایک بھکارن گزری۔

شاہ صاحبؒ نے اسے اشارہ کیا کہ یہ اٹھالو۔

پھر اس شخص سے فرمایا، اب تمہیں معلوم ہوا کہ تمہارے حاصل کرنے اور میرے لینے میں کیا فرق ہے—؟

ایک عقیدت مند مغل بادشاہ اورنگ زیب کے مقربین میں سے تھا۔ اس نے بادشاہ کو شاہ عبدالرحیمؒ سے اپنی روحانی نسبت کے بارے میں بتایا تو اورنگ زیب نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ انہیں لے کر آؤ۔ بتایا گیا کہ وہ بادشاہوں اور امیروں کے ہاں نہیں جاتے۔

بادشاہ اورنگ زیب نے پیغام بھجوایا لیکن شاہ عبدالرحیمؒ نے معذرت کرلی۔

آخر میں جس عقیدت مند کے ذریعے پیغام

بھیجا گیا، اس نے عرض کیا، خط ہی لکھ دیجئے، کہیں آپ کا نہ جانا میری کوتاہی پر محمول نہ کیا جائے۔ شاہ صاحبؒ نے سادہ کاغذ پر لکھا،

"امرا کے دروازوں پر فقرا کا جانا بدتر ہے۔"

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ مغل سلطنت کے زوال کے آخری ایام میں بہادر شاہ ظفرؔ کے ایک بیٹے نے طلبِ دعا اور انکسار سے بھرپور خط لکھ کر ملاقات کی خواہش کی اور یہ کہ جب آپ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی زیارت کے قصد سے تشریف لائیں اور اس بہانے ملاقات ہو جائے تو کیا حرج ہے —؟ والد صاحب نے فرمایا، میں آپ کی باتوں میں نہیں آسکتا۔

دائمی حضوری پر بات ہو رہی تھی۔ محفل میں ایک فاضل نے کہا کہ دائمی حضوری یہ ہے کہ ولی جس آن حضوریِ حق کے لئے توجہ کرے تو کوشش کے بغیر کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

شاہ عبدالرحیمؒ نے فرمایا، یہ کیفیت تو معمولی کوشش سے بھی میسر آجاتی ہے۔ دوامِ حضور یہ ہے کہ یہ کیفیت کبھی منقطع نہ ہو جیسے بصیر* سے بصارت* کسی لمحے جدا نہیں ہوتی۔

کسی نے پوچھا، اللہ تک پہنچنے کا راستہ کیا ہے؟

فرمایا — قرآن کریم میں ہے کہ اللہ کو پانے والے لوگ وہ ہیں جنہیں کاروبار اور مفادات، اللہ کے ذکر سے نہیں روکتے۔

لطائفِ ستہ اور ان کے مقامات پر بات ہو رہی تھی کہ شاہ عبدالرحیمؒ نے فرمایا، کاغذ اور قلم لاؤ۔ شاہ ولی اللہؒ لے آئے۔ انہوں نے ایک دائرہ بنا کر فرمایا، یہ قلب ہے پھر اس دائرے کے بیچ میں ایک اور دائرہ بنا کر فرمایا کہ یہ روح ہے۔ اس طرح دائرے کے اندر دائرہ بناتے رہے یہاں تک کہ مقامِ انا تک پہنچے۔ فرمایا کہ لطائف میں ہمیں سب سے زیادہ یہ پسند ہے، باقی سب مختلف رخ اور اعتبارات ہیں۔ پھر اس بات کو خواجہ نقشبندؒ کے اس قول سے مطابقت دی،

آئینہ مارا شش جہت است

"ہمارے آئینے کے چھ رخ ہیں۔"

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن فقیر نے ہندی کا یہ دوہا والد صاحب کے مجموعۂ خاص میں ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا دیکھا۔

---

* بصیر (دیکھنے والا) * بصارت (نظر)

جب جیو نہ تھا تب پیو نہ تھا اب پیو ہے جیو ناتھ

رحیمؒ پیاسوں یوں ملے جوں بوند سمندر ناتھ

ترجمہ: جب تک میری ذات میرے سامنے تھی، میرا کوئی محبوب (پیا) نہ تھا۔ جب اپنی نفی کر دی تو میں پیا (محبوب) سے یوں ملا جس طرح قطرہ سمندر سے مل کر گم ہو جاتا ہے۔

وہ ایسی باتیں کم بیان کرتے تھے لہٰذا تعجب ہوا اور پوچھا کہ یہ دوہا آپ نے نظم فرمایا ہے یا کسی اور نے؟ فرمایا— میرا ہے۔

وصال سے قبل کئی بار حالتِ ضعف میں پوچھا کہ صبح ہوئی یا نہیں؟ پاس موجود لوگوں نے کہا، ابھی نہیں ہوئی۔ وقتِ آخر قریب آیا تو پاس موجود لوگوں سے فرمایا، تمہاری نماز کا وقت نہیں ہوا مگر ہماری نماز کا وقت ہو چکا ہے۔

نماز پڑھ کر زیر لب اسمِ ذات کا ذکر کرتے ہوئے واصل بحق ہوگئے۔

شاہ عبدالرحیمؒ کے صاحب زادے شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب "انفاس العارفین" میں والد محترم کے حالات و ملفوظات بیان فرمائے ہیں۔ مضمون میں ان سے استفادہ کیا گیا ہے۔

شاہ عبدالرحیمؒ کے زریں اقوال

۱۔ مجلس میں کسی قوم کا نقص بیان نہ کرو اور نہ کسی کی کھلے عام تردید کرو۔

۲۔ حاجت پیش کرنے سے پہلے خوب صورت تمہید باندھو پھر تدریجاً حاجت پیش کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی ضرورت کی بات کو اس شخص کے سامنے پتھر کی طرح دے مارو۔

۳۔ آدمی کو ایسا لباس اختیار کرنا چاہئے جس سے اس کی صفتِ کمال کا اظہار ہو۔

۴۔ بزرگوں سے بات کرتے ہوئے پیچیدہ الفاظ کا استعمال مناسب نہیں۔

۵۔ بعض لوگوں کی یہ حماقت ہے کہ لباس یا کسی خاص عادت کو اپنی علامت بنالیتے ہیں یا کوئی تکیہ کلام مقرر کرلیتے ہیں۔ پھر لوگ ان عادات کی بنا پر انہیں مزاح و ظرافت کا نشانہ بناتے ہیں۔

۶۔ بعض دوست تجھ سے ذاتی محبت رکھتے ہیں یعنی اگر تیری محبت آہستہ آہستہ ان کے دل میں بس جائے تو پھر کسی حالت میں بھی ان کے دل سے نہیں نکلتی جب کہ بعض دوستوں کی محبت کا سبب ان پر تیری فضیلت اور تجھ سے ان کی ضروریات کی وابستگی میں پنہاں ہوتا ہے اس لئے ہر دوست کی حیثیت پہچاننی چاہئے، سب کو ایک مقام نہیں دینا چاہئے۔

نادر جہاں

پہلا سبق ـــ آخری سبق ہے

اس وقت کم و بیش ساڑھے سات ارب آدمی دنیا میں آباد ہیں اور سب اندھیرے کو اندھیرا کہتے ہیں۔ ان میں سے چند لوگوں کے دل میں باطنی علوم سیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور طلب صادق ہو تو راستہ مل جاتا ہے۔

روحانی استاد پڑھاتا ہے کہ ـــ اندھیرا روشنی ہے۔ شاگردوں کو اندھیرے کی اس تعریف پر حیرت ہوتی ہے۔ وہ سمجھنے کے بجائے اعتراض کر دیں کہ اندھیرا روشنی کیسے ہو سکتا ہے تو باطنی علم نہیں سیکھ سکتے۔

روحانی استاد کہتا ہے ـــ مٹی کا جسم فکشن ہے، اس کی ذاتی کوئی حیثیت نہیں کہ یہ ہر لمحہ تغیر سے گزرتا ہے۔ شاگرد حجت کرتا ہے کہ اگر مٹی کا جسم فکشن ہے تو روٹی نہ کھانے سے ہم کمزور کیوں ہو جاتے ہیں اور پانی کی کمی سے کھال سوکھے پتّے کی طرح خشک کیوں نظر آتی ہے؟ اگر روٹی کھانا فکشن ہے تو اسے کھانے سے جسم توانا کیوں محسوس ہوتا ہے؟

روحانی استاد بتاتا ہے کہ مادی جسم اس لئے فکشن ہے کہ ہم روٹی کھاتے ہیں، پانی پیتے ہیں، فضا سے آکسیجن ملتی ہے، اس کے باوجود جسم انحطاط پذیر ہے ـــ یہ چیزیں اسے بوڑھا ہونے سے نہیں روکتیں۔ رگ پٹھوں سے مرکب حسین خدوخال سکڑ جاتے ہیں، اعصاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور چہرے پر جھریاں پڑ جاتی ہیں۔

روٹی کھانے اور پانی پینے والے آدمی کو جوان رہنا چاہئے، وہ بوڑھا کیوں ہو جاتا ہے؟ معدنیات سے لبریز چشموں کا پانی پینے والوں کے جسم پر بھی بڑھاپا دستک دیتا ہے۔ ان کی غذا میں ملاوٹ نہیں پھر جوانی قائم کیوں نہیں رہتی؟

شاگردوں کے پاس اس کا جواب نہیں۔

روحانی استاد کہتا ہے کہ جب تم نے اے بی سی پڑھنے میں اپنی عقل استعمال نہیں کی بلکہ استاد کی باتیں قبول کر کے خود کو اس کے سپرد کر دیا پھر روحانی استاد کے آگے چون و چرا کیوں ـــ؟ جب تک تم اندھیرے کو روشنی اور مادی جسم کو

فکشن تسلیم نہیں کرتے، آگے نہیں بڑھ سکتے۔ باطنی علوم کا پہلا سبق ہی آخری سبق ہے۔

انہوں نے پوچھا، وہ کیا ہے؟

روحانی استاد نے کہا، باادب بانصیب۔

مادی علوم ہوں یا روحانی علوم — استاد کی تعمیل بچے کو قدم قدم بڑھاتی ہے اور وہ پڑھ لکھ کر عالم فاضل بن جاتا ہے۔

مادی علوم سیکھنے والا ظاہر تک محدود رہتا ہے جس میں لحہ لحہ تغیر ہے۔ شاگرد اس طرز فکر کو قبول کر کے تغیر کو اصل سمجھ لیتا ہے جب کہ اصل دنیا پردے (تغیر) کے پیچھے ہے۔

باطنی علوم کا سبق اس قاعدے سے شروع ہوتا ہے کہ اصل تبدیل نہیں ہوتی۔ مادی علوم کی بنیاد الف ب پ، اے بی سی اور ون ٹو تھری ہے۔ یہ سب فکشن ہیں — فرض کئے گئے ہیں۔ جس عمارت کی بنیاد مفروضہ ہے، اس میں داخل ہو کر کوئی حقیقت رسا کیسے ہو سکتا ہے؟

مادی اور باطنی علوم دونوں مختلف شعبہ جات اور اسباق کے ذریعے طرز فکر کی تعلیم دیتے ہیں۔ ایک طرز فکر سکھاتی ہے کہ پہلے علم کے بارے میں کوئی نکتہ یا کلیہ فرض کرو پھر اس کی مدد سے شے کی کنہ جانو۔ دوسری طرز فکر سکھاتی ہے کہ ہر وہ شے جو تغیر سے گزرتی ہے، اصل سے دور کرتی ہے۔ تغیر لباس ہے جس کی ٹوٹ پھوٹ کو تم نے دنیا کی رنگینی سمجھ لیا ہے۔ اصل اس لباس کے اندر ہے جس کی حرکت کو تم لباس کی حرکت سمجھتے ہو۔ حرکت میں تعطل نہیں۔ جب جسم تھک جاتا ہے تو اس کو آرام دینے کے لئے یہ تمہارے اندر موجود ایک اور لباس کے ذریعے خود کو ظاہر کرتی ہے۔

اگر مٹی کا جسم اصل ہوتا تو نیند کے دوران حرکت کا نظام معطل ہو جاتا لیکن ایسا نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نیند کی دنیا میں زندگی کے تمام تقاضے پورے ہوتے ہیں، ان کے اثرات جاگنے کے بعد یاد رہتے ہیں جن کی بنا پر آدمی ڈر جاتا ہے، انگلیوں سے کھانے کی خوش بو آتی ہے یا اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔

روحانی استاد کے پڑھائے ہوئے سبق میں تغیر نہیں کہ وہ حقیقت کی تعلیم دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ شاگرد کو عرفانِ ذات حاصل ہو جائے۔ جب تک شاگرد حقیقی شعور یعنی لاشعور کو قبول نہیں کرتا — وہ باشعور نہیں ہوتا۔

The Secret of a Beautiful Smile

DENTAL innovations Clinic

Dental Implants

Aesthetic Dentistry

Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry

Crown & Bridge, Root Canal Treatment

Orthodontics

Fixed And Removable Braces, Invisible Braces

General Dentistry

Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry

Pit Fissure Sealants, Scaling, Root Planning

Minor Oral Surgery

Impaction (Wisdom Teeth), Apicectomy

Pediatric Dentistry

Space Maintainers, Steel Crowns

LAHORE

LG 136, Siddiq Trade Center
Main Boulevard Gulberg.
0301 2399991 - 042 2581711
0300 8511747

QUETTA

Balochistan Medical Center
Prince Road / Fatima Jinnah Road,
081 2836448 - 081 2825275
0300 3811747

ماہنامہ
قلندر شعور
Neutral Thinking
(اردو ـــ انگریزی)

با ادب با نصیب
بے ادب بے نصیب

مخلص کرم فرما خواتین و حضرات السلام علیکم،

ہم سب آدمی کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ آدمی ایک کھلونا ہے جو امرِ ربی، روح یا عرفِ عام میں بیٹری کے سیل سے چلتا پھرتا ہے۔ جب سیل کے اندر کرنٹ ختم ہوتا ہے تو شے جس صورت میں بھی ہو، اس میں حرکت ختم ہو جاتی ہے اور وہ فیوز بلب کی مانند ہو جاتا ہے ـــ اندر میں کرنٹ کی فراہمی معطل ہو جاتی ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی فرد اس سے انکار نہیں کرسکتا۔

محترم بزرگو اور بھائی بہنو! آپ نے "ماہنامہ قلندر شعور" کے اداریہ "آج کی بات" کو فاضلانہ، ہمدردانہ اور عالمانہ تفکر سے پڑھا۔ الحمدللہ ـــ قارئین کے ذہن میں علمی اعتبار سے تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے۔ آپ نے "آج کی بات" کو ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ قبول کیا۔ بڑی تعداد میں ڈاک، ای میل اور مواصلات کے دیگر ذرائع سے پیغامات موصول ہوئے جن میں قارئین کا اصرار ہے کہ "آج کی بات" کو کتابی قالب میں شائع کیا جائے، یہ ہم سب کے لئے علمی اثاثہ ہے۔

خوش خبری ہے کہ ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور" نے کتاب کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے۔

ذی احترام بزرگوں اور قارئین کو مبارک ہو۔

تیاری شروع ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بحسن و خوبی کتاب شائع ہو جائے، آمین۔

ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور"

خواجہ شمس الدین عظیمی

پیراسائیکالوجی

پیراسائیکالوجی کے تحت دیئے گئے علاج کے لئے اجازت ضروری ہے۔ کوئی صاحب یا صاحبہ اجازت کے بغیر علاج نہ کریں۔ (ادارہ)

ہم زاد

ڈاکٹر فہیم، راولپنڈی: کیا پیراسائیکالوجی میں ایسا عمل ہے جس سے ہم زاد تابع ہو جائے؟

جواب: تسخیرِ جنات یا تسخیرِ ہم زاد سے آدمی کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے اس لئے میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ خواہ مخواہ کی پریشانی اپنے اوپر مسلط کرنے والی بات ہے۔ آپ اپنا دائرۂ عمل اس قدر محدود کیوں کرتے ہیں—؟ اللہ تعالیٰ نے تو کائنات کو انسان کے لئے مسخر کردیا ہے۔

"اللہ نے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔" (الجاثیہ: ۱۳)

جب آسمانوں اور زمین اور اس کے اندر جو کچھ ہے، سب آپ کے زیرِ حکم آسکتا ہے پھر یہ ہم زاد کیا معنی رکھتا ہے—؟ تخلیقی فارمولوں پر غور کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمدؐ سے فرمایا کہ "یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ روح کیا ہے؟ اے رسولؐ! فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے امر میں سے ہے"۔ روح کے بارے میں ارشاد ہے کہ "انسان ناقابلِ تذکرہ شے تھا، ہم نے اس کے اندر اپنی روح ڈال دی اور یہ سنتا بولتا اور محسوس کرتا انسان بن گیا"۔ اور امرِ رب کی تعریف قرآن کریم میں یہ ہے کہ "جب اللہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو حکم دیتا ہے اور وہ شے وجود میں آجاتی ہے"۔ تشریح اس کی یہ ہوئی کہ انسان روح ہے اور روح امرِ رب ہے۔ امرِ رب یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کُن یعنی ہو جا اور وہ شے فیکون بن کر عالمِ وجود میں آجاتی ہے۔ اس تحریر کو ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھئے اور غور کیجئے۔

برقی رَو

اطہر اعوان (کراچی): میرے پاس ہنر ہے اور تعلیم بھی لیکن ـــ شخصیت میں کشش نہیں۔ ملازمت کے لئے مختلف اداروں میں درخواست دی مگر اب اکثر اداروں میں لڑکیوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آج کل لڑکیاں لڑکوں سے زیادہ باصلاحیت ہیں اور محنت سے کام کرتی ہیں۔ میں بھی محنتی ہوں مگر شخصیت متاثر کن نہیں اس لئے نوکری کے لئے مجھے ترجیح نہیں دی جاتی۔ میری خود اعتمادی اور قوتِ فیصلہ متاثر ہو چکی ہے۔ گھر والوں سے مفت خورے کے طعنے سننا بہت تکلیف دہ ہے۔

جواب: سورج نکلنے سے پہلے شمال رخ آلتی پالتی مار کر بیٹھ جایئے۔ آنکھیں بند اور کمر سیدھی رکھیے۔ سانس لیتے ہوئے تصور کیجئے کہ سانس کے ساتھ ایک برقی رَو سر میں اس طرح جذب ہو رہی ہے جس طرح لہریں انٹینا میں جذب ہوتی ہیں۔ جب سینہ سانس سے بھر جائے تو سانس آہستہ آہستہ خارج کیجئے ۔ سانس خارج کرتے ہوئے برقی رَو کا تصور نہیں کرنا۔ یہ ایک چکر مکمل ہوا۔ دوسرا چکر شروع کیجئے۔ برقی رَو کے تصور کے ساتھ دوبارہ سانس اندر لیجئے اور برقی رَو کے تصور کے بغیر خارج کر دیجئے ۔ اس طرح گیارہ چکر پورے کرنے ہیں۔

اگر اس مشق کے دوران سنسناہٹ محسوس ہو تو پانچ چکروں سے شروع کر کے روز ایک چکر کا اضافہ کر کے 11 چکر تک لے جایئے۔ مشق کے بعد دس منٹ تک آنکھیں بند کر کے ذہن کو آزاد چھوڑ کر خاموش بیٹھ جایئے۔ عمل کی مدت ایک کم 61 روز ہے۔ اللہ کے بھروسے پر یقین کے ساتھ مشق کیجئے۔ انشاءاللہ اندر میں برقی مقناطیسی رَو کی قوت میں اضافہ ہو گا اور مسائل کا حل نکلے گا جن سے آپ دوچار ہیں۔

نوٹ: قارئین اجازت کے بغیر یہ مشق نہ کریں۔

سانس

سیف الرحمٰن (حیدرآباد): بچپن سے سانس کی تکلیف ہے۔ دوا سے وقتی فائدہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ نزلہ اندر گرتا ہے۔ اتنا مایوس ہو گیا ہوں کہ جی چاہتا ہے جو سانس رک رہا ہے، وہ پھر نہ آئے۔ ایک دوست نے اس کالم کے بارے میں بتایا۔ بہت امید سے خط لکھا ہے۔

جواب: مایوسی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

سورج طلوع ہونے سے پہلے انگور یا شریفہ

کے درخت کے نیچے کھڑے ہو کر اس کی شاخ سے ایک پتہ توڑیئے اور الٹے نتھنے سے سونگھ کر چھینک دیجئے پھر دوسرا پتہ توڑیئے اور سیدھے نتھنے سے سونگھ کر چھینک دیجئے۔ یہ علاج 21 روز تک بلاناغہ کیجئے۔ علاج سورج نکلنے سے پہلے کرنا ہے، اس کے بعد نہیں۔ انشاء اللہ شفا ہوگی۔

سلیٹی رنگ

ب۔ ن (پشاور): چار سال پہلے آنکھوں میں نیچے کی جانب سفید داغ پڑنے لگے جس کے بعد نیچے والی پلکیں سفید ہونے لگیں۔ ماہرِ امراضِ جِلد کو دکھایا۔ داغ لگ بھگ ایک انچ کے بعد پھیلنا رک گئے لیکن ختم نہیں ہوئے۔ چوں کہ داغ چہرے پر ہیں اس لئے میں نفسیاتی طور پر بہت متاثر ہوئی ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ داغ ہٹ جائیں گے لیکن ــــ؟

جواب: "9"x 12 شیشے کے اوپر سلیٹی رنگ پینٹ کروا کر صبح جاگنے کے بعد اور رات کو سونے سے پہلے آنکھوں کے متوازی جگہ پر رکھ کر پانچ پانچ منٹ دیکھئے۔ آپ کے لئے ٹماٹر بہت مفید ہے۔ سلاد کے طور پر روزانہ ٹماٹر کھایئے۔ علاج کی مدت 90 روز ہے۔

دکان

رضوان محمود (فیصل آباد): دکان بہت اچھی چلتی تھی۔ سب کہتے تھے کہ یہ اچھا کھاتے ہیں،

ماہنامہ قلندر شعور فروری 2023ء

پیراسائیکالوجی
(Parapsychology)

اماں کا نام : .... سائل کا نام: ....

تاریخ اور وقت پیدائش : .... تعلیم: .... ازدواجی حیثیت: ....

جاگنے کا دورانیہ : .... سانس کا دورانیہ کتنے سیکنڈ ہے: ....

کھانا پیٹ بھر کے کھاتے ہیں یا بھوک رکھ کر: .... نمک زیادہ پسند ہے یا مٹھاس: ....

خیالات میں حقیقت پسندی ہے یا الوژن : .... دستخط : ....

خط وکتابت کا پتہ : ....

.... رابطہ نمبر: ....

اچھا پہنتے ہیں، ان کی کمائی بہت ہے۔ پھر نہ جانے ذہن میں کیا خیال آیا کہ میں نے نئی جگہ پر دکان لینے کے خیال سے وہ دکان ایک رشتہ دار کو بیچ دی جو کئی بار اسے خریدنے کی خواہش ظاہر کر چکا تھا۔ دوستوں اور دوسرے رشتہ داروں نے منع کیا لیکن میرے دماغ پر نہ جانے کیا دھن سوار تھی۔ اب نئی دکان کو ایک سال ہو گیا ہے لیکن یہ دکان نہیں چل رہی۔ معاشی حالات خراب ہو گئے ہیں۔ قرض کی نوبت آگئی ہے اور میں قرض لینا نہیں چاہتا۔ مہربانی فرما کر کوئی حل بتایئے کہ دکان چلے، رزق کشادہ ہو اور میں پہلے کی طرح عزت سے زندگی گزاروں۔

جواب: انتہائی ضرورت اور مجبوری میں بھی دکان فروخت نہیں کرنی چاہئے۔

کوڑیالوبان لے کر اس کے ٹکڑے کیجئے اور ہر ٹکڑے پر قلم یا کسی نوک دار شے سے نو (9) کا ہندسہ لکھئے۔ 40 روز تک روزانہ دکان میں نو ٹکڑے لوبان دہکتے ہوئے کوئلوں پر جلایئے۔ ہر جمعرات کو حسبِ استطاعت کسی غریب کو کھانا کھلایئے۔ اللہ بے نیاز ہے، بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ چلتے پھرتے وضو بے وضو یا حی یا قیوم کا ورد کیجئے۔ اس کا مطلب ہے — تمام وسائل کے ساتھ زندہ اور قائم رکھنے والا۔

تعریف

قدیم چینی حکایت ہے کہ ایک امیر اور ایک غریب آدمی باتیں کر رہے تھے۔

امیر آدمی نے کہا، میرے پاس سو اونس سونا ہے۔ اگر میں بیس (20) اونس سونا تمہیں دے دوں تو کیا میری تعریف کرو گے؟ غریب آدمی نے کہا، اتنے کم سونے کے لئے میں تمہاری تعریف نہیں کر سکتا۔ امیر نے پوچھا، آدھا سونا دے دوں تو؟

غریب نے کہا، تب ہماری حیثیت برابر ہو جائے گی اس لئے میں تعریف نہیں کروں گا۔

امیر نے پوچھا، اگر سارا سونا دے دوں، کیا تب بھی میری تعریف نہیں کرو گے؟

غریب آدمی نے کہا، سارا سونا میرے پاس آگیا تو مجھے تمہاری تعریف کی ضرورت نہیں رہے گی۔

قارئین! خط لکھ کر بتایئے کہ اس حکایت سے آپ کیا سمجھے —؟

اظہر حسین

رزق میں برکت کا قانون

مشاہدہ ہے کہ جس شخص نے لنگر کا اہتمام کیا اور بلا تفریق مخلوق کو کھانا کھلایا— کھانے والے کو جو فائدہ ہوا سو ہوا لیکن کھلانے والے کی زندگی برکت کے دائرے میں آگئی۔

فرد تنہا زندگی نہیں گزار سکتا اس لئے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ اناج اگانے، مویشی پالنے، روزگار، مکان کی تعمیر، صنعتوں کے قیام، علم کے حصول، افزائشِ نسل اور نظام میں تسلسل کے لئے آدمی کو آدمی کی ضرورت ہے۔ واحد ذات اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی فطرت جوڑے جوڑے رکھی ہے اس لئے گھر سے لے کر معاش تک ہر جگہ آدمی، آدمی کی دوا ہے۔

ہر چھوٹے بڑے شہر میں ایک طبقہ مزدوری سے وابستہ ہے اور پیدل یا بسوں میں سفر کرتا ہے، دوسرا چھوٹی بڑی دکان چلاتا ہے اور تیسرا خود گاڑی چلا کر دفتر پہنچتا ہے۔ ان کے پیچھے پورا ایک نظام ہے جن کے ذریعے اشیا کی طلب و رسد کا سلسلہ قائم ہے۔ سب کا روزگار منسلک ہے اس طرح کہ ایک شعبے میں مسائل سے پورا معاشرہ متاثر ہو جاتا ہے۔

پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں کورونا کی وبا کے دوران اسکولوں اور بہت سی کمپنیوں نے اپنی سرگرمیاں آن لائن منتقل کیں۔ نتیجے میں ٹرانسپورٹ سے وابستہ ہر فرد اور ان کا خاندان متاثر ہوا۔ جب کسی طبقے کی قوتِ خرید کم ہوتی ہے تو دکان دار، ملازمین اور ان کے اہلِ خانہ اس کی لپیٹ میں آتے ہیں اور ان کی قوتِ خرید بھی کم ہو جاتی ہے۔ پھر جہاں سے یہ لوگ خریداری کرتے ہیں، بحران کی لہر اس طبقے کو بھی متاثر کرتی ہے اور یہ سلسلہ بڑھتا اور پھیلتا جاتا ہے۔

پاکستان میں حالیہ بارشوں اور سیلاب سے فصلیں تباہ ہوئیں اور ان علاقوں میں مکینوں کو جان و مال دونوں سطح پر بہت نقصان پہنچا جس کے اثرات ظاہر ہو رہے ہیں۔

قرآن کریم میں متوازن معاشرے کے قیام کے لئے واضح ہدایات ہیں۔ ان سے رزق میں برکت ہوتی ہے اور فلاحی معاشرہ قائم ہوتا ہے۔

میں بس میں سفر کر رہا تھا۔ دیکھا کہ سامنے سڑک سے ایک ٹرک تیزی سے آیا اور ہماری گاڑی کی طرف مڑا۔ بس ڈرائیور نے سمجھ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رفتار بڑھا دی۔ اتنی دیر میں ٹرک قریب آچکا تھا۔ درمیان میں گرین بیلٹ تھی۔ ٹرک گرین بیلٹ پر چڑھتے ہی رک گیا۔ ہمارے ڈرائیور نے بھی بس روک دی۔

لوگ غصے میں اترے اور ٹرک ڈرائیور سے پوچھا کہ بھائی! یہ کیا کر رہے تھے؟

اس نے بتایا کہ بریک فیل ہوگئے ہیں، اگر میں سیدھا جاتا تو سامنے اسٹاپ پر کئی گاڑیاں کھڑی ہیں، بہت نقصان ہوتا۔ میں نے دیکھا کہ جس سڑک پر بس گزر رہی ہے، وہاں ٹریفک بہت کم ہے تو اسٹیئرنگ اس جانب کر کے ٹرک گرین بیلٹ پر چڑھا دیا کہ شاید یہ رک جائے۔

جب راقم الحروف نے ایک دوست کو بتایا کہ آج موت کو قریب سے دیکھا تو اس نے کہا، صدقہ کر دو۔ پوچھا، کس چیز کا؟ وہ بولا، جان کے بدلے جان — جانوروں کو گوشت کھلا دو۔

صاف ستھری بوٹیاں بنوائیں اور محلے میں جس جگہ کوے بیٹھتے تھے، وہاں چلا گیا۔ کوّوں کو دعوتِ طعام پسند آئی۔

زندگی کے واقعات میں بڑے بڑے سبق ہیں جو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ میں یہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ مصیبت، پریشانی، بیماری، کاروبار میں نقصان یا آفت سے حفاظت کے لئے صدقہ کیوں کیا جاتا ہے — ؟

ایک روز سورۃ الفجر پڑھتے ہوئے اس سوال کا جواب ملا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

"اور جب وہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے رسوا کر دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو۔" (الفجر: ۱۶۔۲۰)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں رزق میں تنگی کی چار وجوہات بیان کی ہیں۔

۱۔ یتیم کی عزت نہ کرنا

۲۔ مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہ دینا

۳۔ کسی کی میراث کھانا

۴۔ مال کی محبت

ان باتوں سے معاشرے کا توازن بگڑتا ہے، غریب مزید غریب جب کہ امیر کی امارت کا شمار نہیں ہوتا مگر جب کاروبار میں نقصان ہوتا ہے تو فوراً صدقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جس معاشرے میں صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ کا نظام رواں رہتا ہے، وہاں حق دار تک اس کا حق پہنچتا ہے اور معاشرہ غربت کی لکیر سے اوپر آجاتا ہے۔

اپنے حقوق و فرائض ادا کرنے والا پُرسکون ہے جب کہ غاصب کے اندر خوف ہوتا ہے۔ کیوں—؟ وہ جانتا ہے کہ میں نے حق تلفی کی ہے اور کسی بھی وقت احتساب ہوسکتا ہے جس سے بچنے کے لئے خوف کی دیواریں کھڑی کرلیتا ہے۔ لوگوں کو اس کی زندگی پُرآسائش نظر آتی ہے مگر غور کریں — حقوق غصب کرنے والے کی مثال قصائی اور قصاب خانے میں مرغی کی ہے۔ مرغی اپنی ساتھیوں کو ذبح ہوتا دیکھتی ہے اور اس دن سے ڈرتی ہے جسے بہرحال آنا ہے۔

ہمارے معاشرے میں خدمتِ خلق کی لاشمار اور عظیم مثالیں بھی ہیں۔ایک بڑا نام مرحوم عبدالستار ایدھی صاحب کا ہے۔

دنیا کی سب سے بڑی ایمبولینس سروس کے مالک ایدھی صاحب کی زندگی بہت سادہ تھی۔ ان کے چہرے پر سکون اور لہجے میں بے نیازی تھی۔ کیوں—؟ انہوں نے یتیم کی کفالت کی، غریب کو کھانا کھلایا اور لوگوں کو خدمتِ خلق کی ترغیب دی۔ گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے مطابق ایدھی ایمبولینس سروس، دنیا کی سب سے بڑی ایمبولینس سروس ہے۔

ایک صاحب نے بتایا کہ ان کی ایدھی سینٹر، میٹھادر میں ایدھی صاحب سے ملاقات ہوئی۔

ایدھی صاحب نے ان سے کہا،

”بیٹی! میں اللہ کی راہ میں تین ہزار روپے خرچ کرتا ہوں تو تھوڑی دیر میں کوئی بندہ تین لاکھ روپے کا چیک لے کر آجاتا ہے۔“

ایدھی صاحب نے وہ طرزِ عمل اختیار کیا جس کی تعلیم اللہ کے دوستوں نے دی۔

حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کو دنیا سے پردہ فرمائے 976 سال اور سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتیؒ کے وصال کو 787 سال

گزر چکے ہیں۔ ان کی درگاہوں پر آج بھی لنگر کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ غور کرنے کی بات ہے کہ اولیاء اللہ کی درگاہوں پر لنگر کا نظام جاری رہنے کی وجہ کیا ہے۔

تذکرہ غوثیہ میں ایک واقعہ مذکور ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا ایک بستی سے گزر ہوا۔ وہاں غریب میاں بیوی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے درخواست کی کہ ہم نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، ہمیشہ غربت دیکھی۔ آپ کلیم اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ سے معلوم کیجئے کہ کیا ہماری قسمت میں اتنا ہی ہے۔

بارگاہِ الٰہی سے جواب آیا کہ ان کی قسمت میں اتنا ہی ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے میاں بیوی تک پیغام پہنچایا تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ سے درخواست کیجئے کہ ہماری قسمت میں جتنا ہے، وہ سب ایک ساتھ عطا فرمادے۔ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہِ ایزدی میں درخواست پیش کی جو قبول ہوئی۔

کافی عرصے بعد حضرت موسیٰؑ کا گزر دوبارہ اس علاقے سے ہوا تو وہاں سرائے نظر آئی۔ وہ اندر گئے تو دیکھا کہ کھانا کھا کر دسترخوان سے لوگ اٹھتے تو دوسرے بیٹھ جاتے۔ انہیں خیال آیا کہ سرائے کے مالک سے ملنا چاہئے۔

سرائے کا مالک گرم جوشی سے ملا اور پوچھا، کیا آپ نے ہمیں پہچانا؟

حضرت موسیٰؑ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

ان صاحب نے بتایا کہ ہم وہی میاں بیوی ہیں جنہوں نے اپنی قسمت میں لکھا رزق، اللہ سے یک مشت عطا کرنے کی درخواست کی تھی۔ آج رزق کی فراوانی ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے سوچا کہ مالک! یہ کیا ماجرا ہے؟ جن کی قسمت میں بہت تھوڑا لکھا تھا، وہ لوگوں کو کھلا رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

> "انہوں نے ہمارے ساتھ کاروبار کرلیا ہے۔ جتنا انہیں دیا گیا، جو کھا سکے، وہ کھالیا، باقی بانٹ دیا۔ جو حصہ لوگوں میں بانٹا، اس کا دس گنا ہم نے واپس کردیا۔ انہوں نے بانٹنا نہیں چھوڑا، ہم نے دینا نہیں چھوڑا۔"

سورۃ الفجر کی آیات دوبارہ پڑھئے۔ ان میں رزق میں برکت کے قوانین ہیں۔

"اور جب وہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور

اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے رسوا کر دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو۔" (الفجر:۱۶۔۲۰)

ان آیات کی تفسیر اولیاء اللہ کی درگاہوں پر نظر آتی ہے جہاں غریب امیر کا فرق نہیں، سب کے لئے لنگر کا اہتمام ہوتا ہے جس سے لوگوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب بھی ملتی ہے۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب کوئی شخص محترم عظیمی صاحب سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتا ہے، وہ مہمان نوازی فرماتے ہیں۔ بعض لوگ شرما حضوری میں کھانے سے معذرت کرتے ہیں لیکن ان کی حوصلہ افزائی یہ کہہ کر کی جاتی ہے کہ — چکھ لو۔

اسی طرح کئی خواتین و حضرات نے مجھے بتایا کہ وہ ستائیسویں کی فاتحہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ کوئی حسبِ استطاعت ایک شخص کو کھانا کھلاتا ہے اور کوئی اَن گنت لوگوں کو — سب کے رزق میں برکت ہوگئی ہے۔

کھانا کھلانے میں کسی مخلوق کی شرط نہیں۔ پرندے، حشرات اور جانوروں کے لئے بھی کھانے اور دانہ پانی کا انتظام کرنا چاہئے۔

اب پڑھئے کہ وہ کون لوگ ہیں جو یتیموں سے برا سلوک کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے،

"تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔" (الماعون: ۱۔۳)

یتیم کو دھتکارنے اور مسکین کی بھوک کا خیال نہ رکھنے والوں کا انجام دردناک ہے۔

مشاہدہ ہے کہ جس نے بھی لنگر کا اہتمام کیا اور بلاتفریق مخلوق کو کھانا کھلایا — کھانے والے کو جو فائدہ ہوا سو ہوا لیکن کھلانے والے کی زندگی برکت کے دائرے میں آ گئی۔

خواتین و حضرات سے درخواست ہے کہ بلاتفریق لوگوں کے لئے حسبِ استطاعت لنگر کا اہتمام کریں۔ ہفتے میں ایک دن سے لوگوں کو کھانا کھلانے کی ابتدا کریں۔ انشاء اللہ برکت ہوگی۔ پھر اس کے مطابق کھلائیں۔ (ادارہ)

تین وجود

کائنات میں جو کچھ ہے، وہ سب کا سب خدوخال اور نقش و نگار پر قائم ہے۔

کائنات کو دیکھنے کی دو طرزیں ہیں۔

۱۔ ایک طرز یہ ہے کہ کائنات کے اندر موجود اشیا کو ٹھوس مادی شکل وصورت میں دیکھا جاتا ہے۔

۲۔ دیکھنے کی دوسری طرز یہ ہے کہ شکلیں اور صورتیں نظر تو آتی ہیں، ان میں ٹھوس پن بھی ہوتا ہے لیکن ظاہری دنیا کی طرح نظر میں نہیں آتیں۔

روحانی سائنس کا کوئی شاگرد جب ظاہر دنیا سے نکل کر دل کے نقطہ میں جھانکتا ہے تو اس کے اوپر یہ راز منکشف ہو جاتا ہے کہ کائنات کے اندر موجود ہر شے کے تین وجود ہیں۔

○ ایک وجود کا تعلق براہِ راست تجلی سے ہے۔

○ دوسرے وجود کا تعلق صفات سے ہے۔

△ تیسرے وجود کا تعلق عالمِ خلق سے ہے۔

تخلیق دو رخوں پر کی گئی ہے۔ ایک رخ نور اور روشنی ہے اور دوسرا رخ حرکت ہے۔ ہر نوع کے افراد سوتے جاگتے ہیں۔ سونے کی حالت انسان کو ذات سے قریب کرتی ہے اور بیداری انسان کو ذات سے دور کرتی ہے۔ سونے کی حالت صعودی سفر کا ذریعہ ہے۔ صعودی حالت سے واقفیت کے لئے مراقبہ کو ضروری قرار دیا گیا ہے جب کہ بیداری کی دنیا میں سفر کرنے کا ذریعہ ہاتھ پیروں کی جنبش بتائی جاتی ہے۔ ظاہری علوم کے لوگ اس پر غور نہیں کرتے ہاتھ پیروں کی جنبش اور حرکت کہاں سے آرہی ہے۔ مادہ پرست حضرات کے برعکس روحانی لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مادی دنیا میں ہاتھ پیروں کی جنبش غیر مادی دنیا کی جنبش کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسان کو زندگی گزارنے کا جو پروگرام دیا ہے، اس پروگرام میں صعودی (خواب) اور نزولی (بیداری) دونوں پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔

(کتاب: شرح لوح و قلم)

حامد ابراہیم

معلوم + نامعلوم

ستارے باشعور مخلوق ہیں۔ یہ پیغام رسانی کرتے ہیں۔ ان کو یکسو ہو کر دیکھنے سے زمین کے شعور کا حصار ٹوٹتا ہے اور ستارے کی اصل منکشف ہوتی ہے۔

سماوات میں اربوں کھربوں نظام ہائے شمسی، کہکشائیں، سیارے، ستارے، بلیک ہول، دُم دار ستارے، شہابِ ثاقب وغیرہ موجود ہیں۔ ہم ان کے بارے میں کیا جانتے ہیں اور کیا ہماری ان تک براہ راست رسائی ہو سکی ہے؟

زمین کے جس پرت پر ہم پیدا ہوتے ہیں، گھر بناتے ہیں، کھیتی باڑی کرتے ہیں، کارخانے لگاتے ہیں، شہر بساتے ہیں اور مرنے کے بعد اس میں دفن ہو جاتے ہیں، وہ زمین کا بیرونی پرت قرار دیا جاتا ہے۔ ہمیں اس پرت کی کتنی معلومات ہیں؟ زمین کے کُل کتنے پرت ہیں اور ان میں کیا کچھ آباد ہے؟ بیش تر سوالوں کے جواب نامعلوم ہیں۔ اگر معلوم ہیں تو وہ قیاس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔

پاکستان کے ایک دور افتادہ گاؤں کا ذکر ہے جس سے قریب ترین شہر بھی دو تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہاں بجلی، گیس، ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کی سہولت نہیں۔ لوگ جھونپڑی نما گھروں میں رہتے ہیں، کھیتی باڑی اور گلہ بانی کرتے ہیں۔ زندگی سادہ اور پُر سکون ہے۔ کبھی کبھار دیگر شہروں میں بسنے والے سیر و سیاحت کے لئے یہاں آنکلتے ہیں اور یہاں کی زندگی پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں — وہ کہتے ہیں کہ یہ گاؤں جدید دور سے کئی دہائیاں پیچھے ہے۔

رات کا وقت ہے — کسی بڑے شہر سے ایک طالب علم سیاح جس کا نام ناظر ہے، گاؤں میں مہمان ہے۔ وہ کھلے آسمان کے نیچے چارپائی پر نیم دراز دیکھ رہا ہے کہ مصنوعی روشنی کی چکا چوند کا یہاں شائبہ نہیں۔ گرد و غبار سے پاک فضا میں چھوٹے بڑے ستاروں سے بھرے آسمان کا یہ نظارہ جدید شہروں میں ممکن نہیں۔

تاروں بھرا آسمان دیکھ کر انگشتِ بدنداں ناظر کو ایک معروف جھرمٹ نظر آتا ہے جسے مسلمان محققین نے الجبار کا نام دیا ہے۔ نظر اس کے درمیان ایک قطار میں تین ستاروں پر رکتی ہے۔ ناظر نے پڑھا تھا کہ مسلمان محققین نے اس جھرمٹ پر مفصل تحقیق کی اور اس میں موجود ستاروں اور نظاموں کی فہرست مرتب کی۔ اس کے بیش تر ستاروں اور نظاموں کے نام ابھی تک عربی میں ہیں یا عربی سے ماخوذ ہیں۔ انگریزی میں Orion کے نام سے مشہور ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ پاکستان خصوصاً صوبہ پنجاب کے دیہی علاقوں میں کچھ دہائیاں قبل کسان ستاروں کے جھرمٹوں سے واقف تھے، طلوع و غروب اور موسم کے اعتبار سے ان کے مقامات، ستاروں کے رنگ اور ان کی مدد سے موسم اور وقت کے تعین کرنے کا علم انہیں تھا۔

کیا آج نوجوانوں کو ستاروں کے جھرمٹوں میں دلچسپی اور وہ علم حاصل ہے جو 100 سال پہلے کسان کو حاصل تھا؟ ہم 100 سال آگے بڑھے ہیں یا مزید پیچھے چلے گئے ہیں؟

آج کسان سمیت عام آدمی کو سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں ــــ صبح بیدار ہونے سے رات سونے تک سب کا ذہن زمین کی طرف رہتا ہے پھر وہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے کیسے نکلیں گے؟

الجبار نامی جھرمٹ کو دیکھ کر ناظر کے حافظے میں کسی بوڑھے کسان کے پنجابی زبان کے الفاظ گونجے ــــ ترنگڑ (ایک قطار میں تین)۔

سرسری طور پر دیکھنے سے اس جھرمٹ میں موجود ستارے سفید نقطے نظر آتے ہیں ــــ کوئی کم روشن ہے تو کوئی زیادہ۔ بغور دیکھنے سے یہ ستارے، ناظر سے مخاطب ہوتے ہیں۔

ایک قطار میں صف آرا تین ستاروں کے اوپر

محترم عظیمی صاحب ستاروں سے متعلق اپنا ایک تجربہ بیان فرماتے ہیں، ”میرے ساتھ یہ اتفاق ہوا کہ میں نے اور حضرت بدر صاحب نے ایک گاؤں میں رات گزاری۔ حضرت بدر صاحب نے مجھے اٹھایا اور کہا، آسمان دیکھو! آسمان پر جگمگ ستاروں کی روشنی میرے اندازے کے مطابق کئی ٹیوب لائٹوں سے زیادہ تھی۔ ستاروں کا اتنا زیادہ اثر ہوا کہ روشنی لہروں کی صورت دماغ میں اتر رہی تھی۔ قارئین! جب بھی موقع ملے، کسی ایسے گاؤں میں وقت گزاریں جہاں مصنوعی دنیا کے اثرات نہ ہوں“۔

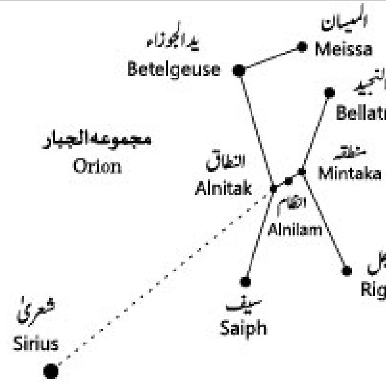

پاکستان میں جنوری اور فروری میں ستاروں کا یہ جھرمٹ کم و بیش فجر سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے آسمان پر عین وسط میں قدرے جنوب کی جانب نظر آتا ہے۔ کیا قارئین دیئے گئے نقشے کے مطابق آسمان میں ستارہ "الشعریٰ" کی نشاندہی کرسکتے ہیں؟

بائیں جانب ایک روشن اور بڑا ستارہ ہے جس پر چار پانچ منٹ تک نظر جمانے سے ناظر کو اس کی جھلملاہٹ اور سرخی مائل نارنجی رنگ نظر آیا۔ مسلمان محققین نے اس ستارے کو منکب الجوزاء یا یدالجوزاء کا نام دیا۔ یہ الفاظ یورپی زبان میں Betelgeuse بن گئے۔

اس جھرمٹ میں دوسرے ستاروں نے بھی اپنے رنگ ظاہر کئے جیسے تین ستاروں کے نیچے بائیں جانب ہلکے نیلے رنگ کا ستارہ سیف الجبار یا سیف ہے۔ انگریزی میں Saiph لکھا جاتا ہے۔ اس کے عین مقابل دائیں طرف تین ستاروں کے نیچے رجل الجبار ہے۔ انگریزی میں Rigel لکھا جاتا ہے۔ یہ اس جھرمٹ میں سب سے روشن ستارہ ہے۔ بغور دیکھنے پر اس کی شوخ نیلاہٹ واضح ہوئی۔ قطار میں تین ستارے دائیں بائیں بالترتیب منطقہ، النظام اور النطاق ہیں۔ انگریزی میں بھی تقریباً یہی نام ہیں۔ اوپر دائیں جانب النجید اور اس کے تھوڑا اوپر بائیں جانب المیسان ہے۔

ناظر نے دیکھا کہ یدالجوزاء کے علاوہ باقی سب میں سفیدی مائل نیلا اور شوخ نیلا رنگ نمایاں ہے۔ نیچے سیف الجبار کے بائیں جانب ایک بہت روشن ستارہ نظر آیا۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر "الشعریٰ" کے نام سے ہے۔ اسی سے انگریزی میں لفظ Sirius اخذ کیا گیا ہے۔ محققین کے مطابق یہ سورج کے بعد آسمان پر سب سے روشن ستارہ ہے۔

"اور بے شک وہی شعریٰ کا رب ہے۔"

(النجم: ۴۹)

سرسری نگاہ سے مذکورہ ستارے ایک ہی سطح

پر جے ہوئے نظر آئے لیکن جب ناظر نے یکسو ذہن سے دیکھا تو ان ستاروں کے ایک سطح پر ہونے کا الوژن ٹوٹ گیا۔ نظر آیا کہ یہ قریب دور اور آگے پیچھے ہیں۔

غیر جانب دار قلندر شعور راہ نمائی کرتا ہے کہ ہم ستارے کو نہیں دیکھتے — ستارے کے دیکھنے کو دیکھتے ہیں۔ ستارہ ہماری نظر کو قبول کرتا ہے اور اسی کے مطابق ہمیں خود تک رسائی دیتا ہے۔ ستارہ ہماری نظر کو قبول نہ کرے تو ہم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ستارے کو بغور دیکھنا— ستارے کو اپنا پیغام دینا ہے۔ مسلسل دیکھنے سے ستارے کے رنگ، جگمگاہٹ اور حجم کا واضح ہونا دراصل ستارے کا ہم سے بات کرنا یا ہمارے پیغام کا جواب دینا ہے۔

ستارے باشعور مخلوق ہیں، پیغام رسانی کرتے ہیں۔ ان کو یکسو ذہن سے دیکھنے سے زمین کے شعور کا حصار ٹوٹتا ہے اور ستارے کی اصل ہم پر واضح ہوتی ہے۔ ناظر کے ذہن میں خیال آیا کہ جب یہ صلاحیت ہمارے اندر موجود ہے پھر ہم نے آلات کی محتاجی کیوں اختیار کی ہے—؟

دور دراز ویرانوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر خطیر وسائل خرچ کر کے بڑی بڑی رصد گاہیں بنائی گئی ہیں اور خلا میں دوربینیں بھیجی گئی ہیں تاکہ ستاروں کی دنیا سے روشناسی ہو مگر دیکھنے کی یہ طرز میڈیم کی پابند ہے۔ دوربین اور آلات جو کچھ دکھاتے ہیں، ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔

ہر مخلوق ساخت کے مطابق شعور رکھتی ہے۔ کسی ستارے کو دیکھنے کے لئے نظر مختلف شعور کے دسیوں آئینوں میں سے گزرتی ہے۔ ان سب کے شعور نے کتنی آمیزش کی اور حقیقت سے کتنا دور کیا ہے—؟

شہنشاہ ہفت اقلیم بابا تاج الدین ناگپوریؒ نے ایک عقیدت مند راجا رگھو راؤ سے فرمایا،

"میاں رگھو راؤ! ہم سب جب سے پیدا ہوئے ہیں، ستاروں کی مجلس کو دیکھتے رہتے ہیں۔ شاید ہی کوئی رات ایسی ہو کہ ہماری نگاہیں آسمان کی طرف نہ اٹھتی ہوں۔ بڑے مزے کی بات ہے، کہنے میں بھی یہی آتا ہے کہ ستارے ہمارے سامنے ہیں، ستاروں کو ہم دیکھ رہے ہیں، ہم آسمانی دنیا سے روشناس ہیں لیکن ہم کیا دیکھ رہے ہیں اور ماہ و انجم کی کون سی دنیا سے روشناس ہیں، اس کی تشریح ہمارے بس کی

بات نہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں، قیاس آرائی سے زیادہ نہیں ہوتا پھر بھی سمجھتے یہی ہیں کہ ہم جانتے ہیں۔ زیادہ حیرت ناک امر یہ ہے کہ جب ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ انسان کچھ نہ کچھ جانتا ہے تو یہ قطعاً نہیں سوچتے کہ اس دعوے کے اندر حقیقت ہے یا نہیں۔"

آدمی سمجھتا ہے کہ طاقتور دوربینوں اور کمپیوٹر کی مدد سے ستاروں کو دیکھنا، آنکھ سے دیکھنے سے بہتر ہے۔ بالفاظ دیگر اس نے مشینوں کی حاکمیت قبول کر کے خود کو ان کے ماتحت کرلیا ہے۔ بجائے اس کے کہ ستارے اور ہماری نظر کے درمیان براہِ راست مشاہدے کی راہ ہموار ہوتی، ہم نے ستاروں اور اپنے درمیان متعدد پردے حائل کر لئے ہیں۔ مادی ایجادات کا انکار کرنا مقصد نہیں۔ کہنا یہ ہے کہ ان پر اکتفا کر کے ہم اندر موجود لامحدود صلاحیتوں سے غافل ہوگئے ہیں جو ہمیں اصل سے واقف کرتی ہیں۔

★ ★ ★

قرآن کریم کی آیت پر غور کیجئے۔

"جس نے تہ برتہ سات آسمان بنائے۔ تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے۔ پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ، تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔" (الملک: ۳،۴)

دن کے وقت نظر گرد و غبار، مختلف گیسوں اور بخارات کی کئی سو کلومیٹر پھیلی دبیز تہوں میں سے گزر کر سورج کو دیکھتی ہے لیکن دن میں ستارے نہیں دیکھتی جب کہ وہ موجود ہوتے ہیں۔ رات کو سورج کی روشنی کا پردہ ہٹتا ہے تو ستارے نظر آتے ہیں۔ اگر بادل پردہ بن جائیں تو بھی ہم ستاروں کو نہیں دیکھ سکتے۔

یکسو ہو کر صاف فضا میں آسمان کا مشاہدہ کیا جائے تو ستارے ہم سے مخاطب ہوتے ہیں لیکن ہمارا مشاہدہ اکثر ایک حد سے آگے نہیں بڑھتا جب کہ خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر سات آسمان اور ان میں مخلوقات کو تفصیل سے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

★ ★ ★

ہم خود کو ستاروں اور ان کے گرد آباد دنیاؤں سے الگ خیال کرتے ہیں — ایسا نہیں ہے۔

ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں،

"عام حالات میں ہماری نظر اس طرف کبھی نہیں جاتی کہ موجودات کے تمام اجسام اور

افراد میں ایک مخفی رشتہ ہے۔ اس رشتے کی تلاش سوائے اہلِ روحانیت کے اور کسی قسم کے اہلِ علم اور اہلِ فن نہیں کرسکتے حالاں کہ اس ہی رشتے پر کائنات کی زندگی کا انحصار ہے۔ یہی رشتہ تمام آسمانی اجرام اور اجرام کے بسنے والے ذی روح اور غیر ذی روح افراد میں ایک دوسرے کے تعارف کا باعث ہے۔ ہماری نگاہ جب کسی ستارے پر پڑتی ہے تو ہم اپنی نگاہ کے ذریعے ستارے کے بشریٰ کو محسوس کرتے ہیں۔ ستارے کا بشریٰ کبھی ہماری نگاہ کو اپنے نظارے سے نہیں روکتا۔ وہ کبھی نہیں کہتا کہ مجھے نہ دیکھو۔ اگر کوئی مخفی رشتہ موجود نہ ہوتا تو ہر ستارہ اور ہر آسمانی نظارہ ہماری زندگی کو قبول کرنے میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ ضرور پیدا کرتا۔ یہی مخفی رشتہ کائنات کے پورے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کئے ہوئے ہے۔" (کتاب: لوح و قلم)

قرآن کریم نے بار بار ہمیں اندر موجود اس نگاہ کی طرف متوجہ کیا ہے جو زمین کے کناروں سے نکل کر عالمین کا مشاہدہ کرتی ہے۔ یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم زمین کی طرف متوجہ رہنا چاہتے ہیں یا وہ بروج دیکھنا چاہتے ہیں جن سے آسمان کو زینت بخشی گئی ہے۔

"اور ہم نے آسمان میں بروج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اسے زینت بخشی اور شیطان مردود سے ان کو محفوظ کردیا۔" (الحجر: ۱۶-۱۷)

قارئین خواتین و حضرات! قرآن کریم کی اس آیت کو ایک سے زائد مرتبہ ذہنی یکسوئی کے ساتھ پڑھئے۔ مفہوم واضح ہوگا، انشاء اللہ۔

اک رات ستاروں سے کہا نجمِ سحر نے
آدم کو بھی دیکھا ہے کسی نے کبھی بیدار؟
کہنے لگا مریخ، ادا فہم ہے تقدیر
ہے نیند ہی اس چھوٹے سے فتنے کو سزاوار
زہرہ نے کہا، اور کوئی بات نہیں کیا؟
اس کرمک شب کور* سے کیا ہم کو سروکار!
بولا مہ کامل کہ وہ کوکب ہے زمینی
تم شب کو نمودار ہو، وہ دن کو نمودار
واقف ہو اگر لذتِ بیداریِ شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پُراسرار
آغوش میں اس کی وہ تجلی ہے کہ جس میں
کھو جائیں گے افلاک کے سب ثابت و سیار
ناگاہ فضا بانگِ اذاں سے ہوئی لبریز
وہ نعرہ کہ ہل جاتا ہے جس سے دلِ کہسار!
(شاعر: حضرت علامہ اقبالؒ)

* کرمکِ شب کور (شب کے رمز سے محروم کیڑا)

عرفانہ شہزاد

سنا کِس نے

"بعض لوگ آکر کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں کاروبار آپ کے حکم کی تعمیل میں کیا پھر نقصان کیوں ہوا؟ میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے کب مشورہ کیا؟ وہ کہتے ہیں کہ مراقبہ میں آپ سے اجازت لی تھی۔ ایسے افراد سے میں یہ کہتا ہوں کہ پھر مراقبہ میں ہی مجھ سے شکایت کرنی چاہئے۔"

محبت کرنے والے کی کائنات اس کا محبوب ہے۔ ہجر اور وصل زندگی کی حالتیں ہیں جب کہ جدائی میں انتظار بھی وصل ہے۔ محبوب کے بغیر دونوں جہاں خس و خاشاک ہیں۔ ایک موت یہ ہے کہ ذہن دوسرے عالم میں منتقل ہو لیکن قلب و جاں محبوب میں فنا ہو جائے تو اسے کیا کہیں گے؟ محبوب اس نگاہِ بیدار سے مخفی نہیں رہتا جس کا بند کھل ہونا یکساں ہے۔ اگر یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو محبت کو دوام ہے۔

نورِ محمدؐ جو درحقیقت نورِ محبت ہے، وہ چھپا ہوا خزانہ ہے جس سے آگاہی کے لئے عدم سے وجود کا ظہور ہوا اور محبت کے اس راستے پر پوری کائنات رواں ہے۔ یہی وہ راستہ ہے، ہر روحانی استاد اپنے شاگرد کو جس کی تعلیم دیتا ہے۔

تمام مذاہب نے خالقِ کائنات اللہ کے ساتھ ربط کو اہمیت دی ہے۔ قرآن کریم میں رب سے ذہنی و قلبی ربط کا نظام "صلوٰۃ" ہے۔

"صلوٰۃ قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ تم اپنی عاقبت کے لئے جو بھلائی کما کر آگے بھیجو گے، اللہ کے ہاں اسے موجود پاؤ گے۔ جو کچھ تم کرتے ہو، وہ سب اللہ کی نظر میں ہے۔" (البقرۃ: ۱۱۰)

ہر شے خیال کی صورت میں اپنا اظہار کرتی ہے۔ خیال کے تار ہلتے ہیں تو ذہن ارتعاش سے ہم آہنگ ہو کر تار میں مخفی پیغام پڑھتا ہے۔ پہلے آواز آتی ہے پھر تصویر نظر آتی ہے لہٰذا اندر باہر دیکھنے کے لئے سماعت کا قائم ہونا، معین مقداروں کا وصف ہے۔

آواز رابطہ ہے جو فاصلوں کو سمیٹ لیتی ہے۔

روحانی رابطہ ریاضی کی طرح ہے، مشق کرتے رہو، کھاتہ ٹھیک ہوتا جاتا ہے۔ خیال کو درست طرزوں میں قبول کرنا روحانی رابطے کی اولین صورت ہے۔ مشق ہو جائے تو دل کا آئینہ شفاف ہوتا ہے جس میں ہر خیال روشن ہو جاتا ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم

جب رابطے کے تاروں میں ارتعاش ہوتا ہے تو جس لہر نے اس ارتعاش کو قبول کیا، وہ حکم کی تکمیل میں معاون بن جاتی ہے۔ خیال آتے ہی مظاہرہ ہونے کا مطلب ہے کہ ربط کی لہروں نے خیال کی فریکوئنسی کو قبول کیا ہے۔

کوئی فرد الٰہی طرز فکر کی روشنی میں مخلوق کی فلاح کا ارادہ کرتا ہے تو زمین پر بڑے بڑے مظاہرے عمل میں آتے ہیں اور تعاون کے لئے خیر کا میکانزم متحرک ہو جاتا ہے۔ دوسری جانب منفی قوتیں ایسے شخص کے خلاف حرکت میں آتی ہیں اور رکاوٹیں کھڑی کرتی ہیں لیکن قانونِ قدرت سے مطابقت نہ رکھنے کی وجہ سے منفی قوتوں کا ہر عمل عارضی ہے۔

روحانی رابطے کے لئے یکسوئی کی مشقوں سے قوتِ ارادی اور رفتار میں اضافہ ہوتا ہے۔ غیر جانب دار (نیوٹرل) طرز فکر کا حامل فرد اطلاع کو من و عن قبول کر کے ردِ عمل سے آزاد ہو جاتا ہے جس سے اندر میں کشش اور شفا کی لہریں ذخیرہ ہوتی ہیں اور نگاہ کیمیا بن جاتی ہے۔

ایک چلہ 'محبت' ہے جس میں تصورِ شیخ کے ساتھ ساتھ 40 دن تک غصہ سے دور رہنے کی مشق کی جاتی ہے اور اندر میں خلا محبت کی لہروں سے پُر ہوتا ہے، کشش کی طاقتور لہریں مجتمع ہوتی ہیں جسے فضا میں اڑتا پرندہ بھی محسوس کرتا ہے اور پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے۔

ایک بہن نے بتایا کہ انہیں اہلِ خانہ کے ساتھ ہنگامی طور پر دوسرے شہر جانا پڑا جہاں راہ نما مقیم تھے مگر ملاقات کی کوئی صورت نہ تھی۔ بہن کا ہوٹل میں قیام تھا۔

وہ کھڑکی کے پاس کھڑی دل ہی دل میں رابطہ کر کے درخواست کر رہی تھیں کہ آپ اسی شہر میں ہیں، ملاقات کے لئے بلا لیجئے۔

اگلے روز وہ اہلِ خانہ کے ہمراہ خانقاہ گئیں تو قدرت کا نظام دیکھئے کہ راہ نما بھی اسی وقت خانقاہ میں داخل ہو رہے تھے۔

خاتون نے عرض کیا، دل کی بات کہنے کو جی

چاہتا ہے لیکن جھجک پردہ بن جاتی ہے۔

انہوں نے فرمایا،

"آپ کو کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کی بات کہے بغیر مجھ تک پہنچتی ہے۔"

ہر سعید شاگرد چاہتا ہے کہ استاد سے ظاہری رابطے کے علاوہ بھی حضوری نصیب ہو۔ ربط کی پہلی شرط استاد کی طرز فکر کا حصول ہے۔ جب شاگرد ظاہری اور باطنی پاکیزگی کے ساتھ استاد کی طرز فکر کو جو اللہ اور خاتم النبیین حضور پاکؐ کی اتباع سکھاتی ہے، اپنے اوپر غالب کرلیتا ہے تو ربط قائم ہوتا ہے اور وہ ترقی کا زینہ طے کر کے حضوری میں داخل ہو جاتا ہے۔

ربط ہمیشہ مستحکم ہوتا ہے ۔اگر اس میں تعطل، کمزوری اور شک ہے تو یہ ربط نہیں۔ شاگرد جیسے جیسے کثافت آمیز روشنی سے نکل کر روحانی استاد کی نورانی فریکوئنسی قبول کرتا ہے، فاصلے سمٹتے ہیں اور قریب دور کا فرق بے معنی ہو جاتا ہے۔

صاحبِ یقین راہ نما فرماتے ہیں،

۱۔ اللہ کے سوا کسی سے توقع نہ رکھو۔

۲۔ معاف کردو۔

۳۔ خوش رہو۔

ان اصولوں پر عمل کرنے سے آدمی خوف اور غم سے آزاد ہو جاتا ہے۔

زندگی میں نشیب و فراز آتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اب مشکلات سے گزرنا آگیا ہے کیوں کہ بارہا اس تجربے سے گزر چکی ہوں کہ روحانی سفر میں اندھیرا عارضی ہے۔

بعض شاگرد استاد کی بات میں اپنے ذہن کی آمیزش کرکے حکم کی حکمت سے محروم رہتے ہیں۔ جب شاگرد اسباق پڑھتا ہے تو اسے چاہئے کہ راہ نما کو روحانی کیفیات پیش کرے۔

ایک موقع پر فرمایا،

"بعض لوگ میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں کاروبار آپ کے حکم کی تعمیل میں کیا پھر نقصان کیوں ہوا؟ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے کب مشورہ کیا؟ وہ کہتے ہیں کہ مراقبہ میں آپ سے اجازت لی تھی۔ ایسے افراد سے میں یہ کہتا ہوں کہ پھر مراقبہ میں ہی مجھ سے شکایت کرنی چاہئے۔"

خواہشِ نفس اور معرفتِ نفس مختلف حالتیں ہیں اور ضمیر بآسانی دونوں کی نشاندہی کردیتا ہے لیکن کم لوگ اندر کی آواز سنتے ہیں۔

راہ نما نے ایک صاحب سے فرمایا،

”یہاں رہتے ہوئے دوسرے عالمین میں مجھ سے ملاقات کے لئے کارڈ (پاس) بنوالو۔“

یہ استاد اور شاگرد کے رشتے کی سند ہے۔

جب یقین کا پیٹرن بنتا ہے تو عقلی دلائل صفر ہوجاتے ہیں۔ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ سادہ خاتون کا دلچسپ احوال ان کی زبانی سنیے۔

”اپنی سہیلی کے ہمراہ راہ نما سے ملاقات کے لئے سفر پر روانہ ہوئی۔ بڑی خواہش تھی کہ کوئی تحفہ پیش کروں۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ تحفہ راستے میں کھو گیا ہے۔ خالی ہاتھ ملاقات کرنا مناسب نہیں لگا حالاں کہ بزرگ ان باتوں سے بے نیاز ہیں مگر میرا دل نہیں مانا۔ ناچار التجا کی کہ خدارا ملاقات نہ ہو۔ سہیلی کوئی تحفہ لے کر نہیں آئی تھی۔ وہ زور و شور سے ملاقات کے لئے دعا گو تھی جب کہ میں خضوع و خشوع سے فریاد کر رہی تھی کہ ملاقات نہ ہو۔ اگر سہیلی میرے خیالات سے آگاہ ہوجاتی تو مجھ سے قطع تعلق کر لیتی۔ تین یوم قیام کے باوجود ملاقات نہ ہو سکی۔ اس سے پہلے مجھے یقین نہیں تھا کہ میرا روحانی رابطہ ہے۔ ملاقات نہ ہونے سے یقین ہوگیا کہ رابطہ قائم ہے۔“

اس واقعہ کے بعد جب خاتون سے ملاقات ہوئی، میں نے ان کو ہمیشہ خوش دیکھا۔ کوئی بات ہوتی تو وہ بڑے یقین سے کہتیں کہ میرا رابطہ روحانی ہے، میں نے جو کہا، وہ سن لیا گیا۔

علمِ حصولی میں کم و بیش 25 سال کی عمر میں آدمی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوجاتا ہے۔ اگر روحانیت میں اتنے سال بیت جانے کے بعد بھی استاد سے روحانی رابطہ قائم نہ ہو تو لمحۂ فکر یہ ہے کہ اتنے سال کہاں چلے گئے؟

دو دن طبیعت ناساز ہو تو تیسرے دن ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور جب تک طبیعت بہتر نہ ہوجائے، علاج جاری رکھتے ہیں — اگر یہی عمل روحانیت میں بھی اختیار کیا جائے تو استاد سے ربط قائم ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

منزل پر پہنچنے کے لئے ثابت قدمی، یقین، ذوق و شوق سے جدوجہد اور 'منزل' سے ربط ضروری ہے۔ سفر میں آسانی اور کامیابی کے لئے بزرگ راہ نما نے بارہا فرمایا ہے،

”ضروری ہے کہ شاگرد وقت کی پابندی کے ساتھ استاد کی جانب سے دیئے گئے اسباق اور ہدایت پر عمل کرے۔“

گلِ نسرین

معرفت کا راز

شہد کی مکھی کو زمین کی سطح سے کسی حد تک بلند مقام پر چھتّا بنانے کا حکم ہے جیسے پہاڑوں میں، درختوں میں اور اونچی جگہ پر۔ اس میں کیا حکمت ہے ــــ؟

”روحانیت کا ایک اصول ہے۔ اگر روحانیت کا کوئی راز آپ کو معلوم ہو جائے تو اس راز کو جتنا زیادہ آپ دہرائیں گے، اسی مناسبت سے آپ کی روحانی صلاحیت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔“

کتاب ”وقت“ کی اس عبارت میں فہم یہ ہے کہ روحانیت ایسا نصاب ہے جس کے ایک سبق پر روز و شب عمل سے دائرہ غالب آجاتا ہے یعنی پورا نصاب روشن ہو جاتا ہے۔

باطنی علوم سکھاتے ہیں کہ کوئی شے انفرادی نہیں، اجتماعیت نے انفرادیت کو قائم رکھا ہے۔ جیسے ایک تار میں ارتعاش تمام تاروں میں پھیل جاتا ہے اسی طرح ایک قانون پر عمل سے آدمی تمام قوانین سے واقف ہو جاتا ہے۔ مثلاً صفائی کا حکم ہے تو یہ جسم اور ذہن دونوں کی صفائی ہے۔ ذہن منفی سوچ، جھوٹ، غیبت، غصے، نفرت وغیرہ سے آلودہ ہوتا ہے۔ 'صفائی' کے اصول پر عمل کرنے سے ہم ظاہر و باطن کو آلودہ کرنے والے منفی اوصاف سے دور ہو جاتے ہیں۔

دائرہ لاشعوری زندگی ہے جس میں وقت، فاصلہ اور ساری جہتیں* موجود ہیں لیکن اس میں چلنے والوں کو وقت کا احساس ہوتا ہے نہ فاصلے کا ــــ صرف اللہ کا خیال آتا ہے۔

الا انہ بکل شی محیط

وقت اور فاصلہ باطنی کیفیات ہیں۔ استاد بچوں کو شماریات* کا ایک فارمولا پڑھاتے ہیں۔ چند طالب علم جلد مہارت حاصل کر لیتے ہیں، باقی طالب علموں کو نسبتاً زیادہ مشق اور وقت درکار ہوتا ہے۔ مشق اسی لئے کی جاتی ہے کہ ذہن تیز ہو کیوں کہ ہر سفر ــــ ذہن کا سفر ہے۔

---

* جہتیں (dimensions۔ سمتیں) * شماریات (Statistics)

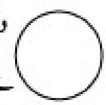

دائرے کی ابتدا کس نقطے سے ہوتی ہے اور انتہا کیا ہے، کچھ علم نہیں۔ لیکن درمیان میں لکیر کھینچ دی جائے تو سمتیں ظاہر ہوتی ہیں مگر اب دائرہ چھپ جاتا ہے۔

کیا آپ اس کی وجہ بتا سکتے ہیں—؟

ہر فرد ایک سمت، جہت یا dimension ہے۔ جب وہ اپنی (ابعاد۔ ڈائی مینشن) نفی کر کے ہر معاملے میں اللہ کے حکم کو اولیت دیتا ہے اور تمام معمولات انجام دینے کے ساتھ شب و روز میں اللہ کی نشانیاں تلاش کرتا ہے تو وہ دائرے کی فکر اختیار کر لیتا ہے جس میں سمتیں یا diversions مغلوب ہو جاتی ہیں— اس نے وہ جہت اختیار کر لی ہے جس میں وقت کا احساس نہیں اور فاصلے غیر محسوس ہیں۔

دائرہ اندر کے شعور سے عبارت ہے۔ ہم اس کی آواز سنتے ہیں، کبھی عمل کرتے ہیں اور کبھی نظر انداز کر دیتے ہیں مگر بتا نہیں سکتے کہ یہ کیسی آواز ہے— اندر میں آواز، زندگی کا راز ہے۔

آپ نے روحانیت کا اصول پڑھا کہ کوئی راز معلوم ہو جائے تو اسے جتنا دہرایا جاتا ہے، اسی مناسبت سے صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

اندر کی آواز روشن زندگی ہے جو اللہ نے ہر مخلوق کو عطا کی ہے۔ اس کی روشنی میں چلنے سے جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں— کائنات اور خالقِ کائنات کی معرفت عطا ہوتی ہے۔

مضمون لکھتے وقت حافظے میں وہ آیات روشن ہوئیں جن میں جن و انس کو لاشعوری انسپائریشن پر عمل کی ترغیب دینے کے لئے شہد کی مکھی کی مثال پیش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے،

"اور دیکھو! تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کر دی کہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں چھتے بنا اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ۔ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانی ہے۔" (النحل: ۶۸۔۶۹)

میری دانست میں ان آیات کا مرکزی نکتہ "رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلنا" ہے کہ یہی زندگی، بندگی اور عرفان کا دائرہ ہے۔

لاشعوری تحریکات یا انسپائریشن پر عمل سے شہد کی مکھی کے سامنے وہ رنگ ظاہر ہوتے ہیں جن کو عام آدمی نہیں دیکھتا۔ اگر شہد کی مکھی

لاشعوری انسپائریشن کے برخلاف کسی پھول سے رس کشید کرتی ہے تو دربان مکھیاں اسے چھتّے میں داخل نہیں ہونے دیتیں۔ وہ نافرمانی کی بو سونگھ کر اسے ہلاک کر دیتی ہیں۔

لاشعور کی آواز پر عمل سے حاصل کئے گئے شہد پر دائرہ محیط ہو جاتا ہے ـــ شہد میں وہ لہریں غالب آجاتی ہیں جن کا رخ شمالاً جنوباً ہے۔ یوں شہد خراب نہیں ہوتا۔

محترم عظیمی صاحب نے شمالاً جنوباً لہروں کی تاثیر کے بارے میں کتاب "خاتم النبیین محمد رسول اللہؐ، جلد سوم" میں لکھا ہے،

"مخصوص زاویہ (Geometry) سے جب اہرام کی تعمیر کی جاتی ہے تو اس میں شمالاً جنوباً پھیلنے والی لہروں کا عملاً دخل ہوتا ہے اور یہ لہریں شے میں foreign bodies کو داخل نہیں ہونے دیتیں ـــ اہرام میں رکھی ہوئی چیزیں خراب نہیں ہوتیں، بلیڈ کی دھار کند نہیں ہوتی، کوئی چیز سڑتی نہیں ہے۔ چیزیں خراب اس لئے نہیں ہوتیں کہ مثلث عمارت میں مخصوص زاویے کی وجہ سے محوری گردش پوری عمارت میں اپنا ایک سرکل بنا لیتی ہے اور اس سرکل کی وجہ سے عمارت میں magnetic field بن جاتی ہے۔"

اس توجیہہ کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ لاشعوری انسپائریشن کے نتیجے میں حاصل کردہ شہد پر ایک خاص مقناطیسی میدان (میگنیٹک فیلڈ) بن جاتا ہے جو شہد میں غیر ضروری عناصر کو داخل نہیں ہونے دیتا، صرف وہ عناصر موجود رہتے ہیں جو شہد کی مکھی نے لاشعوری انسپائریشن کے تحت جمع کئے ہیں۔ جب تک میگنیٹک فیلڈ برقرار رہتی ہے، خالص شہد خراب نہیں ہوتا۔

شمالی علاقہ جات اور بعض میدانی علاقوں کی سیر کے دوران چند مقامات پر سڑک کنارے گھاس پر ڈبے دیکھے جو شہد بنانے کے لئے رکھے گئے تھے۔ اس طریقے سے بننے والا شہد فارمی کہلاتا ہے اور کچھ عرصے بعد خراب ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ قدرتی طریقے کے تحت نہیں بنا۔

"اور دیکھو! تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کر دی کہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں چھتے بنا۔" (النحل: ۶۸)

شہد کی مکھی کو زمین کی سطح سے کسی حد تک بلند مقام پر چھتّا بنانے کا حکم ہے جیسے پہاڑوں میں، درختوں میں اور اونچی جگہ پر۔ بالفاظ دیگر

زمین کی کشش یعنی کششِ ثقل سے کسی حد تک اوپر۔ اس حکم میں حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے،

۱۔ گرد و غبار اور دھوئیں کے کثیف ذرّات کششِ ثقل کے تحت زمین کے قریب آجاتے ہیں۔ اگر ذرّات بلندی میں ہوں تو کشش کے تحت نیچے کی جانب سفر کرتے ہیں اور زمین کی سطح سے دس فٹ اونچائی تک ان کی مقدار یا ارتکاز زیادہ ہوتا ہے۔ درختوں، پہاڑوں اور اونچی جگہ پر چھتا بنانے کی ایک وجہ شہد کو ہوا کی اس نسبتاً آلودہ تہ سے پاک رکھنا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی میں سمت کا تعین کرنے کی مقناطیسی صلاحیت رکھی ہے۔ محققین کہتے ہیں کہ یہ الٹراوائلٹ روشنی بھی دیکھ سکتی ہے۔ اس کو بلندی پر سے پھول بہت واضح اور گہرے رنگوں کے نظر آتے ہیں۔ سطحِ زمین کے قریب انفراریڈ روشنی کا ہجوم اور دیگر شعاعوں کی آلودگی کے ساتھ زمین کے مقناطیسی میدان کی قوت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ بلندی پر رہنے کی وجہ سے یہ عوامل دیکھنے اور سمت کے تعین کی صلاحیت میں حائل نہیں ہوتے۔

۳۔ قرآن کریم میں ہے کہ پہاڑ ٹھوس نظر آتے ہیں لیکن ان کا مادہ بادلوں کی طرح ہے اور یہ اڑ رہے ہیں۔ پہاڑوں پر بنے چھتے سے حاصل شہد میں پہاڑ کے باطنی رخ کی تاثیر شامل ہوتی ہے۔ پھر پہاڑوں سے چشمے نکلتے ہیں جو معدنیات سے بھرپور ہوتے ہیں لہٰذا پہاڑوں پر بنے چھتوں کے شہد میں، پہاڑ کے اندر موجود معدنیات کے ذرّات موجود ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ پہاڑوں کا اصل شہد، میدانی علاقوں میں بننے والے شہد سے زیادہ تاثیر رکھتا ہے۔

۴۔ شہد کی مکھی لاشعور کی آواز پر عمل کرکے ہمیشہ ایسے پھولوں کا انتخاب کرتی ہے جن سے صحت بخش عرق کشید ہوتا ہے۔

۵۔ شہد سنہرے رنگ کا نظر آتا ہے جب کہ یہ رنگ برنگ کا شربت ہے۔ ان آیات میں رنگوں سے علاج کا فارمولا اور علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے رنگ تخلیق کئے ہیں، سب میں کسی نہ کسی بیماری کا علاج — شفا کا راز ہے۔

حاصلِ تحریر: سورۃ النحل کی مذکورہ دو آیات ایک حکم، ایک اصول اور ایک قانون پر عمل کی اہمیت، افادیت اور تاثیر کو بیان کرتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ شہد کی مکھی رب کی ہموار کی ہوئی راہوں یعنی اندر کی آواز پر زندگی بسر کرتی ہے۔

لاشعور میں حد بندیاں مغلوب ہوتی ہیں اس لئے ان حواس کی راہ نمائی میں جو کام کیا جاتا ہے، اس کے اثرات محدود وقت کے بجائے لامحدود عرصے پر محیط ہوتے ہیں۔ ذیل میں اقتباس اس کی ایک مثال ہے۔ محترم عظیمی صاحب کتاب "وقت" میں فرماتے ہیں،

"ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کا یہ فیض ہے کہ ان کا ایک ادنیٰ سا غلام جس کو انہوں نے اپنی عنایتِ خسروانہ سے نواز دیا ہے، اس کے ذہن میں نوعِ انسانی سے متعلق جب بھی کوئی خیال آتا ہے تو وہ آئندہ پانچ سو سال کے بارے میں ہوتا ہے۔ جب بھی کوئی نیا قدم اٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو ذہن میں یہ آتا ہے کہ آئندہ پانچ سو سال میں جو نسلیں آئیں گی، ہمیں ان کے لئے یہ کام کرنا ہے۔"

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت، ضمیر کی راہ نمائی میں اندر کی آواز پر عمل کرتے ہیں، ان کے کام یا عمل میں شمالاً جنوباً لہریں محیط ہو جاتی ہیں — ایک میگنیٹک فیلڈ بن جاتی ہے جس سے انفرادی و اجتماعی سطح پر مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہے اور ان کا لگایا ہوا پودا صدیوں پھل دیتا ہے۔

موم کے گودام

پھولوں کا عرق شہد کی مکھی کے معدے میں کئی کیمیائی تبدیلیوں سے گزر کر شہد بنتا ہے۔ کارکن مکھیوں کے اندر موم پیدا کرنے والے گلینڈز ہوتے ہیں — موم چھتا بنانے کے کام آتا ہے۔ شہد گوداموں (چھتے) میں منتقل کر کے موم سے سیل کر دیا جاتا ہے تا کہ گرمی سے محفوظ رہے اور سردیوں میں استعمال میں لایا جاسکے۔

گرمیوں میں موم نرم پڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ کارکن مکھیاں چھتے کے تمام خانوں کے کناروں پر بیٹھ جاتی ہیں — ان کے پَر خانوں سے باہر رہتے ہیں۔ وہ پَروں کو تیزی سے حرکت دیتی ہیں اور ان سے پنکھوں کا کام لے کر گرم ہوا کو ٹھنڈا کر کے اندر بھیجتی ہیں۔ یوں چھتا اور شہد تپش سے محفوظ رہتے ہیں۔

چھتے کا ہر خانہ مسدس ہوتا ہے اور سب کی پیمائش ایک ہوتی ہے۔ مسدس کی کیا اہمیت ہے — ؟

ریاضی دان مسدس کو جیومیٹری کی موزوں ترین شکل بتاتے ہیں جس میں اکائی کا زیادہ سے زیادہ علاقہ شامل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسدس خانوں میں موم کی ضرورت کم سے کم ہوتی ہے اور شہد زیادہ مقدار میں ذخیرہ ہوتا ہے۔

روغن گلوسبز

پرسکون نیند لاتا ہے

سر کے جملہ امراض اور

ہائی بلڈ پریشر میں مفید ہے

چاند کی کرنیں جذب کر کے تیار کیا جاتا ہے

اقتباسات

"ماہنامہ قلندر شعور" کو گلدستہ بنانے کے لئے قارئین کی کوشش قابلِ قدر ہے۔ قرآن کریم، آسمانی کتابوں، ملفوظات، تاریخ، انکشافات اور سائنسی فارمولے بھیج کر اس رسالے کا حصہ بن سکتے ہیں۔ تحریر کم و بیش 120 الفاظ پر مشتمل ہو۔

اللہ سے دوستی کا مطلب پوری دنیا کو دوست بنانا ہے۔ جب آپ کے اندر یہ احساس اور رویہ تقویت پاتا ہے کہ ایک کے سوا کوئی میرا نہیں تو آپ کو اللہ کی جانب سے اس قدر عطا کیا جاتا ہے کہ آپ یہ محسوس کرنے لگتے ہیں گویا ہر شخص میرا ہے۔ پھر دوستی کا تعلق ہر شخص کے ساتھ ہو گا کیوں کہ ہر شخص اللہ سے متعلق ہے۔

(مرسلہ: مریم شاہد۔ نوشہرہ، کتاب: کشف)

اگر ہم کسی کے لئے اچھائی نہیں کر سکتے تو اس کے لئے برائی کے مرتکب بھی نہ ہوں۔ خیر خواہی کے لئے محض مالی حالت کا اچھا ہونا ضروری نہیں۔ لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا، سلام میں پہل کرنا، کسی کی غیبت نہ کرنا اور نہ سننا، اللہ کی مخلوق سے حسنِ ظن رکھنا، لوگوں کے چھوٹے موٹے کام کر دینا، کسی ضعیف یا بیمار کو سڑک پار کرا دینا، بیمار کی مزاج پرسی کرنا، سڑک پر پڑے ہوئے پتھر یا کانٹوں کو راہ سے ہٹا دینا حقوق العباد کے زمرے میں آتے ہیں۔

(مرسلہ: نوید جمیل۔ سکھر، کتاب: موت و زندگی)

سالک کو تصوف میں تمام کوششیں رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر کرنی لازم ہیں۔ کشف و کرامات کا شوق اور آرزو رکھنا ضروری نہیں — عوارف المعارف میں ہے کہ اگر تصوف کے طالب کی نیت ابتدا ہی سے کشف و کرامات کے حصول کی ہو اور وہ خالصتاً رضائے الٰہی کا جویا نہ ہو تو شیطان اسے سیدھے راستے سے ہٹا دیتا ہے۔

(مرسلہ: ذکیہ علی۔ نوشہرہ، کتاب: حیات پیر باباؒ)

ایک عظیم منصب ایسا ہے کہ اس سے کوئی آپ کو معزول نہیں کر سکتا، کوئی اس پر حسد نہیں کر سکتا، کوئی اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا — وہ منصب خدمت ہے۔ خادم بن جاؤ اور ہر کام میں دوسروں کی خدمت کی نیت کرلو۔ ساری خرابیاں مخدوم بننے سے پیدا ہوتی ہیں۔ خادم بننے میں کوئی خرابی ہے نہ جھگڑا۔ یہ منصب سب سے اعلیٰ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کی عبدیت سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (مرسلہ: بسمہ ساجد۔ کراچی، کتاب: سکونِ قلب)

غیب کے عالم میں داخل ہونا یا زمان و مکان سے ماورا کسی چیز کو دیکھنا اس وقت ممکن ہے جب آدمی زمان و مکان سے آزاد ہونے کے طریقے سے واقف ہو۔ (مرسلہ: عماد الحق۔ دبئی، کتاب: اسمِ اعظم)

ایک چیز جسامت اور پھیلاؤ میں بڑی ہوتی ہے مگر وزن میں کم جیسے روئی۔ لوہے کے مقابلے میں بعض چیزیں وزن و جسامت میں زیادہ مگر قیمت میں کم ہوتی ہیں۔ ایک بڑا سا پتھر لو جیسے چکّی کا پاٹ۔ اس کی قیمت دو پیسے ہے۔ ایک بہت چھوٹا پتھر لو جسے ہیرا کہتے ہیں، اس کی قیمت ایک ہزار روپیہ ہے۔ معلوم ہوا کہ قیمت کا انحصار جلا اور کم یابی پر ہے نہ کہ وزن اور ضخامت پر۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہیرے کی شناخت جوہری ہی کر سکتا ہے۔ کسی گنوار کے پاس لے کر جاؤ گے تو وہ اسے فضول شے سمجھ کر پھینک دے گا۔ سونے کی طشتری میں شیرینی رکھ کر کسی بچے کو دو۔ وہ شیرینی کھالے گا اور طشتری پھینک دے گا۔ طفلانِ دنیا بھی اس طرح عارضی لذت کے پیچھے کروڑوں برس کی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔ (مرسلہ: فوزیہ۔ لاہور، کتاب: شامۃ العنبر)

ایک آدمی کے لئے ایک ہی چیز خوشی اور دوسرے آدمی کے لئے غم کا باعث ہے۔ ایک چیز کے بارے میں مختلف لوگوں کی مختلف آراء ہوتی ہیں حالانکہ حقیقت ایک اور صرف ایک ہو سکتی ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ ہماری نگاہ کے سامنے مظاہر میں ہر وقت تغیر ہوتا رہتا ہے۔ آبادی ویرانے میں اور ویرانہ آبادی میں بدل جاتا ہے۔ یہ متغیر دنیا کس طرح حقیقی ہے جبکہ حقیقت میں تغیر نہیں ہوتا۔ (مرسلہ: جویریہ صادق۔ کراچی، کتاب: کشکول)

ملک محمد ناصر

ادھوری کہانی

گلوکار آواز میں نکھار کے لئے روز ریاضت کرتا ہے، اسے اس آواز کی تلاش ہوتی ہے جو اندر کے سُر مکمل کر دے۔ عمر گزر جاتی ہے اور آواز کھو جاتی ہے مگر تسکین ہوتی ہے نہ تکمیل۔ کیوں؟

وہ ایسی کہانی لکھنا چاہتا تھا جو اس کی پہچان بن جائے۔ ہاتھ میں قلم تھا اور نظریں کاغذ پر مگر لکھنے کی خواہش کے باوجود دماغ کی اسکرین پر دھند چھائی ہوئی تھی۔ فرسودہ خیالات کی جگالی کرنا سرشت میں نہیں تھا— کچھ نیا دیکھنے اور لکھنے کی خواہش تھی۔ یکسوئی کی کوشش میں توجہ باطن میں مرکوز ہوئی، جواب نہیں آیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جس کہانی کو اپنی پہچان سے منسوب کرنا چاہتا تھا، ابھی وہ خود اس کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے لاشعور کی انسپائریشن کے نتیجے میں دماغ پر بوجھ کے سوا کچھ محسوس نہ ہوا— ؟

کسی خیال کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہو جب کہ وہ خیال شعور کی دہلیز پر موجود ہو تو دماغ بوجھل ہو جاتا ہے۔ جسم میں ہر لمحہ برقی رَو دَور کرتی ہے اور قسم قسم کے کیمیائی لعاب پیدا ہوتے ہیں جو جذبات کے اتار چڑھاؤ اور جسمانی نظام کو چلانے میں مختلف افعال انجام دیتے ہیں۔ دباؤ کی حالت میں کیمیائی مادوں میں کمی بیشی ہوتی ہے اور اس کا اثر ذہنی و جسمانی تھکن یا پھرتی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

بعض اوقات کہانی لکھنے والا وہ کچھ کہہ جاتا ہے جس کی اسے خود خبر نہیں ہوتی اور نہ ارادہ شامل ہوتا ہے۔ ادبی زبان میں اسے "آمد" کہتے ہیں۔ آمد ہر شخص پر ہوتی ہے مگر ہر ایک اس پر توجہ نہیں دیتا اور لاشعوری انسپائریشن پر تصرف کے بجائے بند گلی میں داخل ہو جاتا ہے۔

لاشعور سے ہر لمحہ اطلاعات جاری ہیں مگر ہر شخص انہیں ظرف کے مطابق وصول کرتا ہے۔ آدمی کو جو ملتا ہے، ظرف کے مطابق ملتا ہے مگر وہ ناشکرا ہے، کم زیادہ میں الجھ جاتا ہے۔ طرزِ فکر

ہی دراصل ظرف ہے، اسی سے کام کو کرنے کی سکت پیدا ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

"اللہ کسی نفس پر اس کی وسعت سے زیادہ
بوجھ نہیں ڈالتا۔" (البقرۃ: ۲۸۶)

رب نے کائنات ظاہر کی تو آسمانوں اور زمین کی بنیاد نور کو بنایا۔ نور پھیلنے سے روشنی ہوگئی۔ اس روشنی میں کائنات کا ہر لمحہ روشن یعنی ظاہر ہے—غیب و شہود کے مراحل علم کے درجات ہیں۔ کسی فرد میں علم کا ذخیرہ زیادہ اور کسی میں کم ہے۔ سب اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

اس نے میز پر سے ریموٹ اٹھایا اور ٹی وی کی طرف رخ کر کے بٹن دبایا—سامنے جنگل کا منظر تھا۔ شیر ہرن کے تعاقب میں تھا اور ہرن جان بچانے کی تگ و دو میں۔ شیر نے پسند کا گوشت کھایا اور چلا گیا— جھاڑیوں کے پیچھے لکڑبگھے للچائی ہوئی نظروں سے شیر کے جانے کے منتظر تھے۔ پیٹ بھرنے کے بعد وہ بھی چلے گئے۔ درخت پر سے گدھ اترے اور ہڈیوں سے گوشت نوچنے لگے۔ ہر ایک ظرف (برتن) کے مطابق اپنا حصہ لے رہا تھا۔

اس نے ٹی وی بند کر دیا۔

وقت دیکھنے کے لئے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا تو وہاں لمحے کی تقسیم در تقسیم نظر آئی۔ سیکنڈ، منٹ، گھنٹے، دن اور رات تقسیم کے نام ہیں۔ گھڑی کی سوئیاں اپنے ظرف میں رہتے ہوئے گھوم رہی تھیں۔ کان لگا کر سیکنڈ کی سوئی کو سنا تو وہ "ایک دو، ایک دو" پکار رہی تھی۔ سوئی آگے بڑھتے ہوئے وقت کو ساتھ لے جانا چاہتی تھی مگر وقت کہاں کسی کی چاہت پہ رکتا ہے!
پھر وقت بتانے والی سوئی خود کیا ہے—؟

گھڑی میں تین سوئیاں ہوتی ہیں۔ سیکنڈ کی سوئی ایک گھنٹے میں 60 مرتبہ اور 24 گھنٹے میں 1440 مرتبہ مرکز کے گرد گھومتی ہے۔ منٹ کی سوئی ایک گھنٹے میں ایک اور 24 گھنٹے میں 24 چکر لگاتی ہے جب کہ گھنٹے کی سوئی 12 گھنٹے میں اپنے مرکز کے گرد ایک چکر مکمل کرتی ہے۔

اس نے گھڑی میں وقت کی تین اسپیس کا مشاہدہ کیا۔ جب ہر اسپیس کو الگ دیکھا تو شعور اس قدر ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا کہ وقت گھڑی کی ٹک ٹک میں کھو گیا اور جب تمام سوئیاں ایک ساتھ دیکھیں تو اسپیس پیچھے چلی گئی اور وقت غالب ہوگیا۔ یہ اور بات ہے کہ گھڑی کے ذریعے

وقت کا تعین شعوری پیمانہ ہے۔

سیکنڈ سے منٹ اور منٹ سے گھنٹے بنتے ہیں۔ یہ روز خود کو دہراتے ہیں مگر ان کی کہانی مکمل نہیں ہوتی۔ کیوں ۔۔۔؟ جواب اسے اپنی ذات سے ملا جب گھڑی دیکھ کر راز کھلا کہ کہانی اسپیس کے ٹکڑوں میں کھو گئی ہے جن کو جوڑنے کے لئے اسے وقت کی تلاش ہے۔

دوپہر تھی ۔۔۔ ماں فریج میں رکھا سالن اور دوسری اشیا تھیلی میں ڈال کر ماسی کو دے رہی تھی۔ قریب کپڑوں کی گٹھڑی پڑی تھی جو ماسی کے لئے رکھی تھی۔ ماسی سامان اٹھاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی تو ماں نے آواز دی، لان میں سائیکل بے کار کھڑی ہے، بچوں کے لئے لے جاؤ۔ ماسی دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔

کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

بچی نے دروازے پر جا کر دیکھا۔

ماما! کچرے والا آیا ہے۔

ماں نے کہا، گڑیا! کچرا تو ہم کرتے ہیں، یہ صفائی والا ہے ۔۔۔ آئندہ جب یہ آئے تو کہنا کہ صفائی والا آیا ہے۔

اتنے میں گلی میں پھیری والا آیا اور روٹی کے سوکھے ٹکڑے اور پرانی کتابوں کا پیوں کے لئے آوازیں لگانے لگا۔ لوگ پرانی چیزیں پھیری والوں کو پیسوں میں بیچتے ہیں یہاں تک کہ اخبار بھی۔ عجب ہے کہ آدمی کسی کو ٹکڑے دینے کے لئے بھی خرید و فروخت کرتا ہے مگر اللہ سے اپنے لئے پورا حصہ (مفت) مانگتا ہے!

موسمِ سرما کا آغاز ہو گیا تھا۔ سڑک کنارے لنڈے کے کپڑوں کے ڈھیر لگے تھے۔ کوٹ، جیکٹ، جرسی، سویٹر۔ خریدار اپنی پسند کی چیزیں تلاش کر رہا تھا۔ ایک سویٹر رد کر کے دوسرا سویٹر اٹھا رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ کون ہے جو شے کو رد کرتا ہے اور جو شے ہمیں متوجہ کرتی ہے، اس پر پسند کی مہر کس نے لگائی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ گاہک شے کی نہیں، اپنی قیمت لگاتا ہے۔

مال ختم ہوتا ہے، دوسرا آجاتا ہے مگر پسند و ناپسند کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ آدمی وہ دیکھتا ہے جو وہ دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ خریداری کے لئے بازار جاتا ہے۔ دکان دار مختلف معیار کے کپڑے اور رنگ دکھاتا ہے مگر وہ "کچھ اور" کی فرمائش کرتا ہے۔ اتنے رنگوں میں کچھ اور کی خواہش کیا ہے؟

کسی کہانی کو اپنی شناخت سے منسوب کرنے

کے لئے وہ اب تک فیصلہ نہیں کرسکا کہ کیا لکھے اور کہاں سے شروع کرے۔ جانتے ہیں کیوں؟

کہانی کا موضوع ہر منظر سے جھانک رہا تھا، ہر ذرّے میں بول رہا تھا اور داستانِ شجر کے ہر پتّے پر رقم تھا لیکن وہ بھی خریداروں کی طرح کچھ اور، کچھ اور کی تلاش میں تھا۔

وہ گھڑی بننے کے بجائے سیکنڈ، منٹ اور گھنٹے کی سوئی بن گیا تھا اور خود کو انفرادی حیثیت میں دیکھ رہا تھا۔ اگر کوئی پوری گھڑی سے توجہ ہٹا کر صرف سیکنڈ یا منٹ کی سوئی پر نظر مرکوز کردے تو وقت سے دور ہو کر اسپیس کی تقسیم میں الجھ جاتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ سوئی کس کے گرد اور کیوں گھوم رہی ہے۔

روز و شب ہم سے کہتے ہیں کہ تم کہانی کے کردار ہو، اپنی اپنی کہانی کی تلاش میں ہو مگر خود جس کہانی کا حصہ ہو، اسے نہیں پڑھتے۔

کہانی ایک ہی ہے ــــ کردار بدلتے ہیں اور ہر کردار کی کہانی ـــ مرکزی کہانی سے جڑی ہوئی ہے۔ مصور تصویر بنا کر بھی اسے ادھورا محسوس کرتا ہے اور ادھوراپن دور کرنے کے لئے مسلسل تصویریں بناتا ہے لیکن تصویر مکمل نہیں ہوتی۔

گلوکار آواز میں نکھار کے لئے روز ریاضت کرتا ہے، اسے اس آواز کی تلاش ہے جو اندر کے سُر مکمل کردے۔ عمر گزر جاتی ہے اور آواز کھو جاتی ہے مگر تسکین ہوتی ہے نہ تکمیل۔ کیوں ــــ؟ جب تک اندر میں سُر، کائنات کے سُروں سے نہیں ملتے، منزل نہیں ملتی۔

اچھے مصنف کی کہانی بین السطور ہوتی ہے جسے پڑھ کر لوگ مفید مطلب معانی تلاش کر لیتے ہیں مگر ایسی کہانی تب لکھی جاتی ہے جب طرزِ فکر کائناتی ہو یعنی لکھنے والا وہ کہانی لکھے جو ہر فرد کی کہانی ہو۔ ایسی کہانیاں لازوال ہوتی ہیں، باقی تاریخ کے بوسیدہ پتّوں میں گم ہو جاتی ہیں۔

اپنی پہچان کے لئے کہانی کی تلاش میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کی اپنی کوئی کہانی نہیں۔ وہ کائنات کی کہانی کا حصہ ہے۔ خود کو انفرادیت میں تلاش کرے گا تو ہر موضوع کپڑوں کا تھان بن جائے گا جس میں اپنے لئے کوئی کپڑا پسند نہیں آئے گا۔ اگر وہ خود کو کائنات کی کہانی میں ایک کردار تسلیم کرلے تو قرطاس* پر ایسی کہانی رقم ہوگی جس کی گونج جاری رہے گی۔

---

* قرطاس (کاغذ)

Canderel®
with Stevia
Naturally Sweet
Zero Calorie
Sweetener
Available in
Tablets, Sachets and Jars
SEARLE

Since 1990

MOTOLUX

INDUSTRIES

A GLOVES ENGINEERING COMPANY.

Motolux Street,Muzzafarpur, Ugoki Road,
Sialkot-51340,Pakistan,
Tel: +92-52-3252284,Fax: +92-52-3240216
info@motolux.pk

کامل القادری

الگنی

الگنی سے ہمارا اٹوٹ رشتہ ہے، جگری دوست داری ہے۔ اس پر نظر پڑتے ہی فانوسِ خیال جل اٹھتا ہے۔ زمان و مکاں کی طنابیں اکھڑ جاتی ہیں اور ہم گوناگوں جلوہ فروشیوں میں کھو جاتے ہیں۔

آج الگنی* پر نظر پڑی تو دیکھتا رہ گیا!

کبھی کبھی روزمرہ نظر آنے والی چیزیں بھی اتنی اجنبی بن جاتی ہیں کہ پہچانے پہچانی نہیں جاتیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان سے ابھی ابھی تعارف ہو رہا ہے۔ یہ الگنی جسے میں بچپن سے جھولتا دیکھتا رہا ہوں اور جو ہماری حویلی سے کشادہ آنگن کو شمالاً جنوباً دو مساوی حصوں میں یوں تقسیم کرتی گزرتی ہے جیسے خطِ استوا* دنیا کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کرتا ہے گو اس حسنِ تقسیم کا نظارہ شاید و باید ہی نظر آتا ہے، جب بھی دیکھا مشرقی و مغربی آنگن میں سرحدی جنگ چھڑی نظر آئی — کبھی مشرقی علاقہ اپنی سرحد بڑھانے میں سبقت لے جاتا ہے اور کبھی مغربی علاقہ اپنی توسیع پسند طینت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ بایں ہمہ* نہ یہ ہارتا ہے، نہ وہ جیتتا ہے، کشاکش جاری رہتی ہے۔ لہو گرم رکھنے کا کچھ تو بہانہ چاہئے البتہ گھڑی دو گھڑی کے لئے اس وقت صلح کے آثار پیدا ہونے لگتے ہیں جب پیڑوں تلے سایہ سمٹنے لگتا ہے۔

ہمارا ملک خطِ سرطان* سے اوپر ہے لہٰذا ہماری بخت آوری کا خورشید عالم تاب ماہ مئی میں طلوع ہوتا ہے۔ یہی وہ بھاگوان مہینہ ہے جب سورج مثلِ بال ہما ہمارے سروں پر سایہ گُستر* ہوتا ہے اور اس کی عمودی شعاعیں ہم میں جلالِ شاہی کے تیور پیدا کرتی ہیں۔

ٹھیک اس وقت یعنی بارہ بجے جب ہمارے

---

* الگنی (کپڑے لٹکانے کی رسّی یا تار) * بایں ہمہ (ان کے باوجود) * خطِ استوا (فرضی دائرہ جو مشرق سے مغرب تک قطبین سے برابر فاصلے پر کھینچ کر کرہ ارض کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔) * خطِ سرطان (وہ فرضی خط جو استوا سے 23.5 درجے شمال کی جانب ہے۔) * سایہ گُستر (قائم، مہربان)

مزاج میں برہمی واختلال* کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، مشرقی ومغربی علاقوں میں عارضی مفاہمت ہوجاتی ہے۔ آنگن کے بیچوں بیچ ایک دودھیا دھاری کی نمود ہوتی ہے جو جنگ بندی سے کہیں زیادہ لام بندی* کی علامت ہے۔

یعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر

ماندگی* کا یہ وقفہ مختصر ہوتا ہے۔ سورج بال بھر اُدھر اِدھر ہوا کہ طبلِ جنگ پر چوب پڑی اور مشرقی ومغربی آنگن میں مسابقت کی جنگ ازسرِنو شروع ہوگئی۔

سورج تھک ہار کر بسترِ شام پر لیٹ جاتا ہے۔ شفق کجلا جاتی ہے، مجمر* نیلگوں روشن ہوتا ہے لیکن کشمکش نہیں تھمتی۔ شبِ ماہ میں بھی گھمسان کا رن پڑتا ہے۔ کبھی مشرقی علاقہ ظفر ونصرت کے شادیانے بجاتا پیش قدمی کرتا ہے کبھی مغربی علاقہ ہلّہ بول دیتا ہے اور مشرقی آنگن کو اپنے جالے میں یوں لے لیتا ہے کہ من وتُو کی تفریق مٹ جاتی ہے۔ ایک وحدت قائم ہوجاتی ہے لیکن دیکھتے ہی دیکھتے گریز کا پہلو نکلتا ہے۔ فصل کی خلیج گہری اور کشادہ ہوجاتی ہے۔ جذب وگریز اور وصل وفصل کا یہ نظارہ چشمِ آدم صدیوں سے دیکھتی آرہی ہے۔ شاید یہ زندگی کی طرح غیر مختتم اور زلفِ محبوب کی طرح لامتناہی ہے۔

اک سلسلہ لامتناہی ہے کہ زلف

آج الگنی کو نامعلوم کس آن میں دیکھا کہ قوتِ متخیلہ کو پر لگ گئے۔ الگنی فانوسِ خیال بن گئی، فانوسِ خیال کی وسعت بڑھنے لگی۔ جو کچھ زندگی میں دیکھا تھا، سب نگاہ کے سامنے تھا۔

بچپن میں بٹے ہوئے مونج* کی الگنی تھی جس پر طرح طرح کے لباس پڑے جھولتے تھے۔ دھوپ دکھانے کے لئے جب صندوق کھولے جاتے تو الگنی پر آبِ رواں، نین سکھ، گلبدن، لاہی، مشروع، گرنٹ، شبنم، پوت، تن زیب، لاہور کے ریشمی چوڑیے اور تراقے کے طرح طرح کے مردانہ وزنانہ لباس کی بہار ہوتی۔ نیلی، پیلی، ہری، گلابی، دھانی، آسمانی، اگرئی، قوسِ قزحی ساریاں سرسراتی، لہراتی، گنگناتی، ہوا سے اٹکھیلیاں کرتی، سورج کو ٹھینگا دکھاتی، دھوپ دکھاتی رہتی تھیں۔

دھانی رنگ مجھے بہت پسند تھا۔ اس وقت بھی

---

* اختلال (خلل، فتور) * لام بندی (فوج میں بھرتی) * ماندگی (تھکن) * مجمر (سات ستاروں کا ایک مجموعہ جس کی شکل آتش دان جیسی ہے۔) * مونج (ایک گھاس جسے سکھا کر بان اور رسّی بناتے ہیں۔)

میری آنکھوں کے سامنے دھانی آنچل لہرا رہا ہے۔ اس آنچل کے سائے میں میری پرورش ہوئی، زندگی کی معنویت پائی، بچپن کا زمانہ بھی کیا ہوتا ہے!

دیکھتے ہی دیکھتے موئج کی جگہ سفید کپاس کی ڈور تن گئی اور جب میں سنِ تمیز کو پہنچا تو صنعتی انقلاب کی برکتیں اتنی عام ہوئیں کہ الگنی کی بھی تقدیر پھری، آنگن کے بیچ میں تانبے کا تار تن گیا جس کے طمطراق اور تابانی میں طلوعِ آفتاب کے بعد اور بھی اضافہ ہوجایا کرتا تھا۔ اور اب میری کنپٹیوں کے بال چیونٹیوں کے انڈے کی مانند ہوچلے ہیں۔ نائلون کی الگنی نظروں میں اپنی گیگلی حسینہ کی طرح عمرِ رفتہ کو آواز دے رہی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ابھی یہ شیک ناچ ناچنے لگے گی۔

بیسویں صدی میں کتنی صدیوں کا روپ سمایا ہوا ہے! یہ صدی اتنی تیز اور تغیرات کی حامل ہے کہ ہر آن ایک تازہ جہاں آنکھوں کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے۔ الٰہ دین کا چراغ چینی متخیلہ کا محض افسانوی کرشمہ نہ تھا، یہ حقیقت اب کھلی۔ موئج سے نائلون تک فکر و نظر کی معرکہ آرائیاں الگنی پر جھولتے کپڑوں سے منعکس ہورہی ہیں۔

اب کہاں ہے وہ ڈھاکے کی ململ، بنارس کی مشروع، اورنگ آباد کے کمخواب، کشمیر کی شالیں، لاہور کے چوڑیئے، اب سفیینی کی بہار ہے، آدم جی کے لان کی چہکار ہے، دھو اور پہنو کی دھوم ہے، گویا حویلی کا نقشہ ہی بدل چکا ہے۔ صدیوں پرانی وہ حویلی جس کا وہ جلال و جمال میرے تحت الشعور میں اہتزاز* پیدا کرتا رہا ہے، اب نہ جانے کس الگنی پر ہو گا۔

رہن سہن یوں بدلے کہ ہر چیز بدل گئی۔ وہ جلال کیا ہوا! وہ جمال کیا ہوا! ان کے مادی آثار میں اب کاغذ کی چنی ہوئی چند دیواریں رہ گئی ہیں، بارہ دری ڈھے گئی ہے۔ مہتابی ملبہ بن گئی ہے۔ ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔ جو تھا، نہیں ہے، جو ہے، نہ ہو گا۔ بہ ایں عقل و دانش فریب تخیل۔ نائلون کی الگنی، اس حسنِ باطنی کا اظہار نہیں کرتی، موئج کی بات ہی کچھ اور تھی۔

الگنی ہمارا بیش بہا ورثہ ہے۔ اس پر بامصرف و بے مصرف ہمہ صفت ہر طرح کی چیزیں ٹانگتے رہے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتی تو ہم کیسے کیسے بوجھ کے نیچے دبے ہوتے اور ایک وقت ایسا بھی آئے گا

---

* اہتزاز (وجد کی کیفیت، جھومنا)

جب ہم بھی الگنی پر ڈالنے کے قابل ہو جائیں گے۔ ازل سے ابد تک ایک غیر مرئی شفاف ڈوری تنی ہوتی ہے۔ ذرا توجہ فرمایئے، اس کی الگنی پر دیکھی اَن دیکھی ہر چیز ٹنگی نظر آنے لگے گی۔ بات کچھ متصوفانہ ہو گئی لیکن کیا کروں ہر علم کا آخری سرا تصوف ہی سے پیوست ہوتا ہے۔ یوں بھی مجھے "سیر بین" دیکھنے کا شوق رہا ہے کہ عالمِ الوان کے نظارے کا اس سے بہتر ذریعہ اب تک مہیا نہ ہو سکا۔

میرے کم سن حافظے کی الگنی پر انسانی تجربات اور مہمات کے سارے معرکے جھول رہے ہیں۔ ہم کیسی کیسی چیزوں کو الگنی پر ٹانگ کر بھول جاتے ہیں، گویا الگنی نہ ہوئی، طاقِ نسیاں* ہوئی۔ آج ہم نے اپنی تہذیب اور صدیوں کی ذہنی یافت* کو الگنی پر سکھا رکھا ہے اور بد حواس پھر رہے ہیں۔ درماندہ ہیں، تلملا رہے ہیں کہ ہماری کوئی تہذیب نہیں — ہم اپنی تہذیب دریافت کرنے کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ہماری تہذیب الگنی ہے، ہینگر نہیں ہے۔

الگنی لاکھ بدل جائے، الگنی ہو گی، وہ ہینگر نہ بن سکے گی۔ الگنی اور ہینگر میں بڑا فرق ہے۔ یہ دو مختلف پیداواری عہد کی اختراعات ہیں۔ ہینگر اور الگنی کے تلازمات عہدِ ماسبق* کی طرح جدا ہیں اور ان سے وابستہ جذبات بھی — یہ چیزیں سدا بہار ہیں، کبھی ضعیف و نحیف نہیں ہوتیں، کبھی الگنی پر ڈالنے کے لائق نہیں بنتیں۔ انہیں کون الگنی پر ڈال سکتا ہے!

الگنی سے ہمارا اٹوٹ رشتہ ہے، قلبی ارادت ہے، جگری دوست داری ہے۔ اس پر نظر پڑتے ہی فانوسِ خیال جل اٹھتا ہے۔ اس کے تلازمات* ہمارے گرد طلسمی حصار بنا لیتے ہیں۔ زمان و مکاں کی طنابیں اکھڑ جاتی ہیں اور ہم گوناگوں جلوہ فروشیوں میں کھو جاتے ہیں۔

ہینگر سے ہمارا رشتہ کچھ یوں ہی سا ہے جیسے کسی راہ چلتی حسینہ پر اچٹتی نظر ڈال لی یا از راہِ تفنن اسے مسکرا کر دیکھ لیا یا جدید بننے کی تڑپ میں بہت بے باک بنے تو بڑھ کر خیریت پوچھ لی لیکن الگنی ہماری خانہ زاد ہے۔ اس سے صدیوں کا معاملہ ہے۔ وہ ہماری دکھ سکھ کی رفیق۔ اس پر مخمل و کمخواب بھی ٹنگا رہا ہے اور موٹیا اور بوریا بھی۔۔۔ وہ ہماری محرمِ راز ہے اور سچ پوچھیے تو

---

* طاقِ نسیاں (بھول، فراموشی) *یافت (حاصل) *ماسبق (گزشتہ) *تلازم (وابستگی، لازمی حصہ)

ہماری تہذیب کی ایک جاندار علامت ہے۔ اتنی جاندار، منفرد اور یکتا جیسے ہینگر ایک دوسری تہذیب کی علامت ہے۔ اپنی ذات و صفات میں ایک تہذیبی قدر کی مظہر ہے اور اپنے تلازمات اور اختلافات میں اتنی ہی مختلف جتنی الگنی ہے۔

نائلون کی نیلگوں الگنی دیکھ کر تحت الشعور اور اجتماعی شعوریوں گڈمڈ ہوئے کہ الگنی کی کھونٹیاں اکھڑ گئیں۔ یادِ ایامے* ! الگنی کا ایک اور دلچسپ مصرف رہا ہے۔ جب کوئی تقریب، خوشی یا غمی، میلاد و شادی، مشاعرہ و سوز خوانی برپا ہوتی تو الگنی پر پردے لٹکا دیئے جاتے۔ آنگن دو حصوں میں بٹ جاتا۔ مشرقی حصے میں عورتوں کی محفل سجتی اور مغربی آنگن میں مردوئے مجلس آرائی کرتے اور ان کے درمیان محض ایک پردہ۔ حجاب اکبر! لیکن کبھی کبھی ہوا کا شوخ جھونکا پردے کا کوئی کونہ الٹتا تو عجیب منظر ہوتا۔

کسی چیز کا جاندار تجربہ، احساس و جذبے سے بھرپور ایسی ندی سے مشابہ ہے جس کا سوتا ہمارے وجود سے پھوٹتا ہے۔ ہماری ذات وصفات کی نمائندہ ترجمان یہ ندی کبھی تیز گام، کبھی سبک خرام بہتی ہے۔ کبھی پھیل کر جھیل بن جاتی ہے، کبھی سمٹ کر پہاڑی نالے کی شکل اختیار کر لیتی ہے، کبھی ڈھلوان سے گرجتی، چنگھاڑتی، رجز پڑھتی گزرتی ہے، کبھی میدانی علاقے سے سکھ آنند کا خواب دکھاتی، ملہار گاتی گزرتی ہے، کبھی عربدہ جو* محبوبہ کی طرح رخ پھیرتی کراڑے* کاٹتی، اپنے زور میں گرتی سنبھلتی ایک نئی راہ پر رواں دواں ہوتی ہے۔ کبھی عاشقِ ناکام کی طرح غمِ جاناں کو غمِ دوراں میں ڈبوئے کسی بند، کسی حصار، کسی ڈیم میں عزلت* کا دامن تھام لیتی ہے اور کبھی بقائے دوام کی لگن میں بے خوف و ہراس انا البحر کا ورد کرتی سیماب وار* بحرِ فنا میں غوطہ زن ہوتی ہے۔

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

فنا و بقا کا سارا رنگ الگنی پر سکھا رکھئے کہ الگنی ہماری تہذیب کی علامت ہے جس کا ایک سرا ازل اور دوسرا ابد سے بندھا ہے۔

---

* یادِ ایامے (گزرے ہوئے دنوں کی یاد، تصویر یا خیال) * رجز (وہ اشعار جو دورانِ جنگ حریف کو مرعوب کرنے یا رقیب کا حوصلہ بڑھانے کے لئے پڑھے جاتے ہیں۔) * عربدہ جو (جھگڑالو، جنگ جُو) * کراڑا (دریا کا اونچا کنارا) * عزلت (خلوت، گوشہ نشینی) * سیماب وار (پارے کی مانند)

ستارہ الشعریٰ

"الشعریٰ" ان ستاروں میں سے ہے جو رات کو مختلف اوقات میں آسمان پر سارا سال نظر آتے ہیں۔ محققین کہتے ہیں کہ یہ سورج کے بعد سب سے روشن ستارہ ہے اور بری و بحری سفر میں وقت کے تعین اور سمت شناسی میں اس سے مدد لی جاتی ہے۔

قدیم تہذیبوں میں ستارہ "الشعریٰ" کی بہت اہمیت رہی ہے۔ مصریوں نے دریائے نیل میں ہر سال سیلاب آنے اور اس ستارے کے ظاہر ہونے کے اوقات میں یکسانیت دیکھی تو اس کی مدد سے سیلاب کے وقفوں کی درست پیشین گوئی کی۔ قدیم یونانی اس کے ذریعے فصلوں کی کاشت، موسموں کے ادل بدل اور بحری سفر میں اوقات اور سمتوں کا درست اندازہ لگاتے۔ بحرالکاہل کے جزائر میں آباد مختلف تہذیبوں کے لوگ رات کو سفر کرتے ہوئے اس سے مدد لیتے۔ رومیوں نے بھی اس سے استفادہ کیا اور ایرانی تہذیب میں بھی اس کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ رفتہ رفتہ مذکورہ خطّوں اور تہذیبوں میں اس ستارے سے متعلق توہمات وابستہ کردی گئیں اور پرستش کی جانے لگی۔

جب آخری آسمانی کتاب قرآن کریم میں اس کا ذکر آیا تو مسلمان محققین کو ستارہ الشعریٰ کی اہمیت جاننے کا تجسس ہوا۔ انہوں نے توہمات کے پردے چاک کرکے اسے سائنسی، مشاہداتی اور علمی اعتبار سے سمجھنے کی کوشش کی۔ آسمان میں ستاروں کے مستقل گروہوں کے آپس میں ربط کا مطالعہ کیا، جدول اور نقشے مرتب کئے۔ بہتر اور درست مطالعے کے لئے رصدگاہیں تعمیر کروائیں۔

سلطنتِ عثمانیہ کے ایک نامور مسلمان محقق زکریا بن محمد القزوینی نے "عجائب المخلوقات" کے نام سے ایک کتاب تحریر کی جس میں ستارہ الشعریٰ، اس کا گروہ اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔

محمد عثمان

ایک دن رات پر مشتمل سال

میں اس ٹیم کے ہمراہ تھا جو قطبِ شمالی اور قطبِ جنوبی میں پینگوئن کی ناپید ہوتی نسل شمار کرنے گئی تھی۔ وہاں جا کر اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ خطے دیگر خطوں سے زیادہ تیزی سے گرم ہو رہے ہیں۔

جغرافیہ — عام طور سے خشک موضوع سمجھا جاتا ہے مگر جب خشک زمین میں موجود چشمے دماغ کو تر کرتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ زمین کے متعلق جاننا اتنا ضروری ہے جتنا حیات سے واقف ہونا۔ زمین کی ساخت*، فضا، موسم، نوعوں اور آبادی کی طبقاتی تقسیم، سیاسی، معاشی اور ثقافتی سرگرمیاں، ان کے اثرات اور فطرت کا مطالعہ علمِ جغرافیہ ہے۔

زمین کا 69 فی صد حصہ پانی میں اور 31 فی صد حصہ خشک نظر آتا ہے۔ جو حصہ خشک ہے، وہاں بعض علاقے برفانی ہیں۔ ماہرینِ ارضیات نے زمین پر کسی مقام کا فاصلہ اور وقت جاننے کے لئے فرضی خطوط (لکیریں) متعین کئے ہیں۔

خطِ استوا: استوا کا معنی برابر ہے۔ یہ وہ فرضی لکیر ہے جس کے ذریعے ماہرین نے زمین کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

عرضِ بلد: وہ افقی خطوط ہیں جو شمال سے جنوب کی جانب فرض کئے گئے ہیں۔ ماہرین ان کی مدد سے خطِ استوا کا فاصلہ ناپتے ہیں۔

طولِ بلد: عمودی خطوط ہیں جو برطانوی علاقے گرینچ کے عین اوپر فرضی طور پر کھینچے گئے ہیں۔

ان فرضی خطوط سے دنیا کے کسی بھی مقام کے فاصلے اور وقت کا تعین کیا جاتا ہے۔

زمین کے محور کی مخالف سمتوں پر شمالی و جنوبی قطبین ہیں۔ قطبِ شمالی 90 درجے شمالی عرضِ

---

* زمین کی ساخت میں پہاڑ، سمندر، دریا، جھیلیں، چشمے، آبشاریں، ریگستان اور نخلستان سب شامل ہیں۔

* خطِ استوا (Equator) * عرضِ بلد (Latitude) * طولِ بلد (Longitude) * گرینچ (Greenwich)

بلد پر اور قطبِ جنوبی 90 درجے جنوبی عرضِ بلد پر بتایا جاتا ہے۔ دونوں قطبین دنیا کے سرد ترین مقامات ہیں اور برف کی موٹی تہ سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ زمین کے موسم اور سمندروں کے نظام پر ان کے قابلِ ذکر اثرات ہیں۔

زیر نظر مضمون بنیادی طور سے قطبِ شمالی کا مختصر تعارف ہے تاہم قارئین کو اس میں قطبِ جنوبی کی معلومات بھی ملیں گی۔

قطبِ شمالی — زمین کے محور کے شمالی سرے پر جغرافیائی شمالی قطب کے اس مقام پر بتایا جاتا ہے جہاں سمندر کی گہرائی 13,400 فٹ ہے۔ اس کے عین اوپر آسمان میں ایک ستارہ ہے جسے North Star یا قطب ستارہ کہتے ہیں، اس کی مدد سے شمالی نصف کرے میں سمتوں اور فاصلے کا تعین کیا جاتا ہے۔ اندازہ ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے جزیرے گرین لینڈ (ڈنمارک) کے شمال سے یہ قطب کم و بیش 450 میل دور ہے۔

جغرافیائی شمالی قطب اور مقناطیسی شمالی قطب الگ مقامات ہیں۔ ان کے درمیان تقریباً 311 میل فاصلہ بتایا جاتا ہے۔ جغرافیائی شمالی قطب وہ مقام ہے جہاں طولِ بلد کے فرضی خطوط آپس میں مل جاتے ہیں۔

کینیڈا شمالی قطب سے قریب ممالک میں سے ایک ہے۔ زمین کا مقناطیسی قطب، کینیڈا کے شمال میں بتایا جاتا ہے جہاں سے کشش کی لہریں زمین میں داخل ہوتی ہیں۔ اگر آپ مقناطیسی قطب نما دیکھیں تو وہ شمالی اور جنوبی قطبین کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

شمالی نصف کرے میں واقع قطبِ شمالی کے نام سے جہاں تصوراتی خطے کا تصور ابھرتا ہے، وہاں تحقیق اور باطنی علوم میں دلچسپی رکھنے والے خواتین و حضرات کے لئے یہ خطہ جنت ہے کہ یہاں دن رات کے ان مظاہرات کی کسی حد تک نفی ہو جاتی ہے جو ہمیں دنیا کے باقی مقامات پر نظر آتے ہیں۔

* زمین کے انتہائی شمال میں واقع قطب شمالی No Time Zone میں شمار ہوتا ہے۔ ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ طولِ بلد کے تمام خطوط کا آغاز اس قطب سے ہوتا ہے اور سب جنوب کی جانب رخ کرتے ہیں۔ پھر زمین اپنے محور سے تقریباً 23.5 کے زاویے پر جھکی ہوئی ہے اور محوری اور طولانی گردش کر رہی ہے۔

قطبِ شمالی سے قریب بعض علاقوں میں سورج

چھ مہینے کے وقفے سے ایک بار طلوع اور ایک بار غروب ہوتا ہے۔ روشنی اور اندھیرے سے منسوب دن رات کے عمومی تصور کی روشنی میں اس امر کی وضاحت یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ یہاں سال صرف ایک دن اور ایک رات پر مشتمل ہے — چھ مہینے کا دن اور چھ ماہ طویل رات ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں مادی پیمانوں سے وقت کا تعین ممکن نہیں۔

واضح رہے کہ یہ شمالی نصف کرے میں اس مقام کا ذکر ہے جہاں قطبِ شمالی واقع ہے یا جو قطبِ شمالی سے بہت قریب ہیں۔

قطبِ شمالی برف، برفانی تودوں، قطبی ریچھ، برف سے بنے گھر اگلو اور بہت سے معلوم و نامعلوم جانداروں کا خطہ ہے جو سرد موسم میں رہتے ہیں تاہم یہ علاقہ براعظم انٹارکٹیکا سے زیادہ سرد نہیں جہاں قطبِ جنوبی واقع ہے۔

قطبِ شمالی کی نمایاں پہچان برفانی ریچھ ہیں۔ ان کے علاوہ برفانی ہرن، برفانی لومڑیاں اور برف کی تہ میں لاشمار آبی مخلوقات ہیں جن میں برفانی جھینگے، آبی پودے، قسم قسم کی مچھلیاں اور قشری یعنی خول والے آبی جاندار بکثرت ہیں۔

٭ قطبِ شمالی سے متعلق ایک سوال یہ ہے کہ اس کا تعلق کس ملک سے ہے؟ اس برفانی خطے کی سرحد روس، کینیڈا، ڈنمارک (گرین لینڈ)، فن لینڈ، امریکا (الاسکا)، ناروے اور آئس لینڈ سے متصل ہیں۔ جغرافیائی لحاظ سے یہ کینیڈا اور ڈنمارک سے زیادہ قریب ہے۔ ان ممالک میں ایسے قصبے ہیں جن کا نام شمالی قطب ہے جیسے الاسکا کا ایک قصبہ — اسی طرح کینیڈا کا محکمۂ ڈاک بھی شمالی قطب میں سانتا کلاز کو خطوط کی ترسیل کا دعویٰ کرتا ہے۔ شمالی نصف کرے میں قطبِ شمالی کا اصل مقام کہاں ہے، مادی ذرائع سے جاننا ممکن نہیں — اصل جغرافیائی قطب شمالی آدمی یا مادی ذہن کی پہنچ سے دور ہے۔

برفانی علاقے کی وجہ سے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ انٹارکٹیکا اور آرکٹک ایک جگہ ہیں جب کہ یہ دنیا کے دو متضاد سروں پر ہیں اور ان میں تقریباً 12,500 میل کا فاصلہ ہے۔ آرکٹک پانی ہے یعنی برف کا سمندر ہے اور شمالی نصف کرے کی بلندی پر واقع ہے۔

آرکٹک یونانی لفظ آرکٹوس (ریچھ) سے ماخوذ ہے۔ انٹارکٹیکا بھی اسی زبان سے اخذ شدہ ہے،

اس کا معنی "آرکٹک کے مقابل" ہے۔

انٹارکٹیکا براعظم ہے جو جنوبی نصف کرے میں واقع ہے اور 98 فی صد برف سے ڈھکا ہوا ہے۔ یہ اونچائی کے لحاظ سے تمام براعظموں میں بلند ہے۔ یہاں مستقل انسانی بستی نہیں، صرف تحقیق و تلاش کے لئے محققین جاتے ہیں۔ اس سے قریب ترین براعظم جنوبی امریکا ہے اور وہ بھی اس سے 970 کلو میٹر دور ہے یعنی کسی ملک کی سرحد انٹارکٹیکا سے نہیں ملتی۔ 1959ء میں 12 ممالک کے درمیان "انٹارکٹک معاہدہ نظام" پر دستخط ہوئے جس کے تحت یہاں تحقیق کے علاوہ کوئی سرگرمی انجام نہیں دی جاسکتی۔

جہاں سے قطبِ شمالی کی حدود کا آغاز ہوتا ہے، وہاں کسی ملک کی عمل داری نہیں البتہ وہ بین الاقوامی قوانین جو تمام سمندروں پر یکساں لاگو ہوتے ہیں، ان کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔

قطبی علاقوں میں تحقیق کرنے والوں کے لئے انتہائی سرد اور خشک موسم کے بعد سب سے بڑی رکاوٹ برف کی میلوں میل چوڑی اور موٹی تہیں ہیں۔ جو مخلوقات اور مشاہدات منظر عام پر آئے، وہی تحقیق کا موضوع بن سکے اور ان کی مدد سے اندازہ لگایا گیا کہ برف کی تہوں کے نیچے کیا کچھ ہو سکتا ہے۔

غور و فکر کرنے والے خواتین و حضرات کو یہ خیال بھی آتا ہے کہ برفانی تہوں کے اندر اور نیچے ایک دنیا آباد ہے جن کی ساخت وہاں کے ماحول کے مطابق ہے اور انہیں وہ تمام وسائل میسر ہیں جو ہمیں دستیاب ہیں۔

قارئین جانتے ہیں کہ مردہ جسم میں ٹوٹ پھوٹ کے عمل کی رفتار کو کم کرنے کے لئے اسے برف کی سلوں پہ رکھا جاتا ہے۔ اس امر کی روشنی میں انٹارکٹیکا اور آرکٹک جیسے برفانی علاقوں کو دیکھ کر یہ خیال بھی آتا ہے کہ ماضی کے کسی دور یا تہذیب کو محفوظ کرنے کے لئے ان کے اوپر برف کی کئی میل چوڑی اور موٹی سلیں رکھ دی گئی ہیں ـــ واللہ اعلم۔

تحقیقات بتاتی ہیں کہ زمین کے درجۂ حرارت میں اضافے کی وجہ سے قطبی علاقے خطرے کی زد میں ہیں اور زمین کا شمالی قطب اب سائبیریا کی جانب سرک رہا ہے۔

جغرافیہ دانوں کے مطابق 1900ء میں قطب شمالی کینیڈا کے نزدیک تھا ـــ سو (100) سال

کے عرصے میں گرین لینڈ (ڈنمارک) کی جانب سرکا اور اب گزشتہ 22 سال سے اس کا رخ سائبیریا کی جانب ہے۔

موجودہ دور کے روحانی علوم کے ماہر حضور قلندر بابا اولیاؒ نے اب سے تقریباً 50 سال قبل فرمایا تھا کہ — "زمین تبدیل ہونے کے مراحل میں داخل ہو رہی ہے — جہاں پانی ہے، وہاں خشکی ہو جائے گی اور جہاں خشکی ہے وہاں سمندر بن جائیں گے"۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ زمین کے مقناطیسی میدان کا قطبی مقام بدلتا رہتا ہے، شمال سے جنوب کی طرف اور جنوب سے شمال کی طرف۔ یہ سمجھئے کہ ایک وقت تھا جب مقناطیس کی سوئی اس مقام پر جنوبی قطب کی نشاندہی کرتی تھی جہاں آج قطبِ شمالی ہے۔

محققین کے ساتھ قطبین کا دورہ کرنے والے غیر ملکی جریدے کے ایک نمائندے نے 2022ء میں شائع ہونے والی اپنی رپورٹ میں لکھا ہے،

"قطبین زمین کے موسم اور نظام کو متوازن رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ میں اس ٹیم کے ہمراہ تھا جو وہاں پینگوئن کی ناپید ہوتی نسل شمار کرنے گئی تھی۔ وہاں جا کر اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ خطے دیگر خطوں سے زیادہ تیزی سے گرم ہو رہے ہیں۔ بالخصوص عرضِ بلد سے نزدیک ممالک کو زیادہ خطرہ ہے۔

6 فروری 2020ء کو میں ارجنٹینا کے موسمیاتی مرکز پر تھا۔ اس روز ارجنٹینا میں درجۂ حرارت 18.3 ڈگری سینٹی گریڈ ریکارڈ کیا گیا جو فروری کے لحاظ سے زیادہ تھا۔

2020ء دونوں قطبین کے لئے گرم ترین رہا۔ آرکٹک اور انٹارکٹک میں سمندری برف تیزی سے پگھلتی ہوئی دیکھی گئی، سمندری پانی بھاپ بن کر اڑتا رہا، پانی کی موجوں میں تیزی اور ہواؤں کے رخ میں تبدیلی ریکارڈ کی گئی۔ زمین کے ماحولیاتی نظام پر اس کے منفی اثرات ہوئے مثلاً خشک سالی اور گرمی میں اضافہ، سیلاب اور طوفانوں کا سلسلہ بڑھا۔ 26 اگست 2021ء کو ایک خطرناک طوفان IDA نے کیریبین، امریکا اور وینزویلا وغیرہ کو نقصان پہنچایا۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ منطقۂ حارہ یعنی گرم علاقوں میں آنے والے طوفانوں جیسا ایک طوفان تھا۔ میں قطبین کا بغور جائزہ لینے کے بعد ناامیدی کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اب دنیا کو بڑے خطرے کا سامنا ہے کیوں کہ قطبین کا گرم ہونا سیارہ زمین کے لئے انتباہ ہے۔"

Manufacturer of
Embroided Lace & Fabrics

PRIME LACE INDUSTRIES
(PVT.) LTD.

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

بی بی انوراودھا

سرمہ

پھل اور پھول علم کی شیرینی اور مہک کے استعارے ہیں۔ شیرینی ایسی کہ اندر میں اتر جائے اور مہک وہ جس میں طول و عرض سمٹ جائیں۔

زندگی جس گرداب میں تھی، اس نے جذبات سے عاری کر کے دل کو پتھر کر دیا تھا۔ عزیز و اقارب اسے دیکھتے تو اس لڑکی کو یاد کرتے جو کبھی زندگی سے بھرپور تھی مگر اب موجوں کے گرداب میں کہیں کھو گئی تھی۔ سب اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے لیکن خوف و غم نے اندر میں بسیرا کر کے خوشی سے دور کر دیا تھا۔

ایک روز بھائی کو خیال آیا کہ اب ایک ہی شخص میری بہن کو غم کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال سکتا ہے اور وہ دریا کنارے رہتا ہے۔ لوگ اسے ولی کہتے ہیں۔ بھائی نے سنا تھا کہ اس کا دل جسے چھولیتا ہے، وہ بدل جاتا ہے — اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا ہے جس سے مخاطب کے دل کو راحت ملتی ہے۔

وہ دریا کے قریب باغ میں بیٹھی زندگی کا روپ بہروپ دیکھ رہی تھی۔ ہر منظر مایوسی کے خول کو توڑنے کے لئے اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا مگر اس کی آنکھوں میں جذبات کی کوئی رمق نہیں تھی۔ پھر ایک مترنم آواز کانوں میں داخل ہوئی — کوئی اس کے من پسند صوفی شاعر مولانا رومیؒ کا شعر گنگنا رہا تھا۔

"موسمِ بہار سخت پتھر پر باغ و بہار کیسے پیدا کرے گا؟ زرخیز زمین بن جاؤ تاکہ تم پر رنگ رنگ پھول کھلیں۔ تم تو دل توڑنے والے پتھر بنے ہوئے ہو۔ خدارا! ایک بار زرخیز زمین بننے کا تجربہ کرلو۔"

آواز نے ساکن جذبات میں ارتعاش پیدا کیا۔ چونک کر بے تابی سے اس کا تعاقب کیا تو آواز کی لہریں جس مقام پر رکیں، وہاں دانا آدمی بیٹھا ہوا تھا — وہی جو دریا کنارے رہتا تھا۔ اس نے

لڑکی کو اپنی جانب متوجہ دیکھا تو مسکراتے ہوئے قریب آکر بیٹھ گیا۔

لڑکی کو حیرت ہوئی کہ یہ کیسی آواز تھی جس نے جذبات میں ہلچل پیدا کرکے اس خول پر ضرب لگائی جس نے اصل پہچان کو الوژن کے پردے میں چھپادیا تھا۔۔۔؟

خاموش نگاہیں مقابل پر مرکوز ہوگئیں۔

دانا نے سر کو جنبش دیتے ہوئے پوچھا، جانتی ہو شعر میں بہار کسے کہا گیا ہے؟

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

دانا نے کہا، آدمی خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہے اور اپنے جیسے لوگوں سے توقعات قائم کرتا ہے جو پوری ہوتی ہیں اور نہیں ہوتیں۔ ناآسودہ خواہشات کو شکست تسلیم کرکے مایوس ہوجاتا ہے کہ زندگی مجھ پر نامہربان ہے اس لئے میں نعمتوں کی فراوانی سے محروم ہوں۔ تم دیکھو کہ مسئلہ کہاں ہے۔ جو خواہشات کسی وجہ سے پوری نہیں ہوتیں، قدرت ان کے متبادل کے طور پر دیگر نعمتیں عطا کرتی ہے مگر وہ دھیان نہیں دیتا اور ان خواہشات کے پورے ہونے کا منتظر رہتا ہے جن کی تکمیل نہیں ہوئی۔ مثال کے طور پر وہ کہتا ہے میں بے روزگار ہوں۔ جانتی ہو وہ ناخوش اور بحران سے دوچار کیوں ہے؟ وہ اپنے طے کردہ معیار سے کم نوکری نہیں کرنا چاہتا اس لئے ناخوش ہے۔ تم کیا سمجھیں کہ بہار کیا ہے؟ بہار سے مراد نعمتیں ہیں۔ آدمی چشمۂ حیات کے قریب رہتا ہے مگر دھیان نہ دینے کی وجہ سے خشک سالی کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے،

"اور عن قریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہوجاؤ گے۔" (الضحیٰ: ۵)

رزق اللہ دیتا ہے جب کہ آدمی سمجھتا ہے کہ یہ سب میری محنت کا نتیجہ ہے۔

دانا کے الفاظ زخم پر مرہم کا کام دے رہے تھے۔ اسے چشمۂ حیات تک پہنچانے کے لئے جس راستے سے لے کر جایا جارہا تھا، دل نے اس پر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

دھیمی آواز سے پوچھا، شعر میں پتھر کسے کہا گیا ہے؟ ہم آدمیوں کو۔ ہے ناں؟ سوال کا خود ہی جواب دیتے ہوئے تصدیق کرنی چاہی۔

دانا کو خوشی ہوئی کہ لڑکی کا ذہن منفی نقطے سے ہٹ کر تعمیری خیالات میں مشغول ہورہا ہے۔ تائید کرتے ہوئے کہا، ٹھیک کہتی ہو مگر یہ بھی سوچو کہ کیا شے دل کو پتھر کردیتی ہے؟

لڑکی نے بے ساختہ کہا، غیر لچک دار رویہ۔

اور وہ کیا ہے؟

آدمی ہر چیز ماضی کے تجربات کی روشنی میں دیکھتا اور جانچتا ہے اور اسی کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ خود کو عقلِ کُل سمجھ کر اصلاح پر بمشکل آمادہ ہوتا ہے۔ وہ بات جاری رکھنا چاہتی تھی مگر اپنے الفاظ کا ادراک ہوتے ہی رک گئی — کیا وہ خود بھی یہ سب نہیں کر رہی؟

سوچ میں غلطاں و پیچاں تھی کہ دانا کی آواز دماغ کی اسکرین سے ٹکرائی — تم صحیح سوچ رہی ہو۔ جس فرد کے رویے میں لچک نہ ہو، وہ کنوئیں کا مینڈک بننے پر اکتفا کرتا ہے اور خوش رہتا ہے، کسی مثبت تبدیلی کو قبول کرتا ہے اور نہ ان عجائبات کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو کائنات اس پر منکشف کرتی ہے۔

لڑکی پر الفاظ میں پنہاں حکمت روشن ہو رہی تھی لیکن ابھی اندھیرا ختم نہیں ہوا تھا۔ اس نے کہا، کاغذ پر پہلے سے تحریر لکھی ہو تو مزید لکھنے کی گنجائش کہاں ہوتی ہے۔ اندھیرے اتنے بڑھ گئے ہیں کہ روشنی نظر نہیں آتی۔

دانا نے کہا، ہزاروں سال تک بے حرکت پڑا پتھر وقت گزرنے کے ساتھ زرخیز مٹی بن جاتا ہے۔ یہ رب کی رحمت ہے جو اقرار و انکار کرنے والوں پر یکساں مہربان ہے۔ زندگی میں ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں کہ آدمی خوشی یا ناخوشی سے اپنی اصل کو تلاش کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ آگہی کی منزل سب کے لئے ہے اور کوئی بھی کسی بھی وقت اس مقام پر پہنچ سکتا ہے مگر اسے پتھر کی طرح ان تجربات سے گزرنا ہوگا جو اسے پیس کر زرخیز مٹی بنا دے۔

پیروں کے نیچے گھاس کو نرمی سے ہلاتے ہوئے اس نے کہا، کہنا آسان ہے مگر زندگی کی تلاطم خیز موجوں کے آگے سرنڈر کرنا مشکل ہے۔ آنکھوں میں اب تک نمی تیر رہی تھی۔

دانا آدمی نے اسے خود ترسی کی کیفیت میں مبتلا دیکھ کر کہا، اللہ کے دوستوں اور عام آدمی میں فرق یہ ہے کہ اللہ کے دوست گرداب کو بھی رحمت سمجھتے ہیں جب کہ باقی لوگ پریشانی، الزام تراشی، دکھ اور منفی جذبات کے سمندر میں اتر جاتے ہیں۔ اولیاء اللہ اس آگہی اور یقین کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں کہ حالات کی سختی ان کے اندر نرمی پیدا کرنے کے لئے ہے۔ برداشت آدمی کو زرخیز زمین بنا دیتی ہے پھر اس پر درخت اور باغات لگتے ہیں، پھل اور پھول لگتے ہیں جن کی شیرینی اور مہک سے مسافروں

کو تسکین ملتی ہے اور ان کے زیر سایہ سفر کی تھکن اترتی ہے۔ اللہ کے دوست خون کا ہر قطرہ مخلوق کی خدمت کے لئے وقف کرتے ہیں تا کہ وہ خوش بودار پھول بن جائیں۔ کیا تمہیں مولانا رومیؒ کے شعر میں بے قراری محسوس نہیں ہوتی؟ کس بے تابی سے کہا گیا ہے کہ خدارا! ایک بار زرخیز زمین بننے کا تجربہ کرلو، اس خوشی کو حاصل کرلو جو محبوب کے قرب سے ملتی ہے۔

لڑکی نے اپنی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا، کیا یہ گناہ گار بھی زرخیز زمین بن سکتی ہے؟

دانا آدمی نے نم آنکھوں میں امید کے دِیے جھلملاتے دیکھے تو اللہ کا شکر ادا کیا۔

کیوں نہیں! تم پہلے ہی زرخیز زمین ہو۔ بس خود پر سے سختی کا خول اتار لو۔ اس راستے پر چلنے والا منزل پر پہنچ جاتا ہے، یہ اور بات ہے کہ مزاحمت سفر کو تکلیف دہ بنا دیتی ہے اور تاخیر کا سبب بنتی ہے۔ جب کوئی آزمائش ہو تو پتھر میں نرم زمین بننے کے امکانات دیکھو۔ آزمائش تو بارانِ رحمت ہے جو آدمی کو احسن تخلیق بنا دیتی ہے۔ یہ وہ بھٹی ہے جس سے گزر کر سونا کندن بنتا ہے۔ کیا تم نے آسمانی کتاب قرآن کریم میں وہ آیت پڑھی ہے جس میں اللہ نے فرمایا ہے،

”تم دیکھتے ہو کہ زمین سونی پڑی ہوئی ہے۔ پھر جوں ہی ہم نے اس پر پانی برسایا، یکایک وہ بھپک اٹھتی ہے اور پھول جاتی ہے۔“

(حٰمٓ السجدۃ: ۳۹)

جذبات پر طاری برف پگھل رہی تھی اور آنکھیں اس کی گواہی دے رہی تھیں۔

مولانا رومیؒ نے نوعِ آدم کو متوجہ کرکے کہا ہے کہ جو چیز فریب اور فکشن میں مبتلا کرتی ہے، اسے چھوڑ دو۔

اے دانا شخص! کیا زرخیزی کا تعلق صرف پھل اور پھولوں سے ہے اور کچھ نہیں—؟

پھل اور پھول علم کی شیرینی اور مہک کے استعارے ہیں۔ شیرینی ایسی کہ اندر میں اتر جائے اور مہک وہ جس میں طول و عرض سمٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک خاص علم عطا کیا ہے۔ مولانا رومیؒ نے شعر میں علم کے لئے زرخیزی کو استعارہ بنایا ہے۔ علم سے واقف خواتین و حضرات امکانات اور لامحدود مواقع سے بھرپور زندگی گزارتے ہیں۔ تم نے نہیں دیکھا کہ زرخیز مٹی کس طرح ہر شے کو جذب کرکے سرسبز پودے اگاتی ہے، زمین کی فضا اور نظام کو فائدہ پہنچاتی ہے؟

لڑکی کے آنسوؤں سے اندر میں غبار دھل رہا تھا۔ روتے ہوئے مگر پُرعزم لہجے میں کہا، میں زرخیز زمین بننا چاہتی ہوں۔

پتھریلی زمین میں دراڑ پڑ گئی تھی — اس نے ٹوٹنے کے لئے رضامندی ظاہر کر دی تھی۔

دانا نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا، کیا تم جانتی ہو کہ سرمہ کیسے بنتا ہے؟

متلاشی نگاہوں سے دریا کنارے مکین شخص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، جانتی ہوں۔ پہلے ایک موٹے فتیلے سے دِیا (چراغ) جلاتے ہیں پھر پانی سے بھری پلیٹ دِیے سے اٹھنے والے شعلوں پر رکھ دیتے ہیں۔ شعلے سے ایک موٹی تہ بنتی ہے جسے بعد میں کھرچ کر اس میں دیگر چیزیں ملائی جاتی ہیں، اس طرح سرمہ بنتا ہے۔

دانا مسکرایا پھر گہرا سانس لے کر کہا، زندگی کے ہر تجربے نے مجھ پر تب تک ضربیں لگائیں جب تک میں ریزہ ریزہ ہو کر سرمہ نہیں بن گیا۔ سرمہ بننے میں میرا کردار صرف اتنا تھا کہ میں نے یقین کے ساتھ خود کو کسی کے سپرد کر دیا۔

لڑکی نے اتنے برسوں میں پہلی مرتبہ دنیا کو مختلف نظر سے دیکھا — امید سے بھرپور۔ وہ حادثہ جس نے اسے چلنے سے معذور کر کے زندگی کی رونق کو ماند کر دیا تھا اور خوابوں کی تعبیر چھین لی تھی — وہ ایسا دروازہ ثابت ہوا جس کے کھلنے سے اندھیرے چھٹ گئے۔

چلو، گھر چلتے ہیں۔ تم سے پیار کرنے والے لوگ اس لڑکی کے منتظر ہیں جس کے مسکرانے سے زندگی مسکراتی ہے۔

گھر تک واپسی کے سفر میں دریا کنارے رہنے والا دانا اس کے ہمراہ تھا۔ اس کے لبوں پر مولانا رومؒ کا وہی شعر تھا جسے وہ دل کو چھونے والی آواز میں گنگنا رہا تھا۔

لڑکی نے زندگی کا ایک بڑا سبق سیکھا تھا جس نے تکلیف سے نبرد آزما ہونے کا راستہ دکھایا۔

"دل میں گداز وہ جذبہ ہے جہاں سے روشنی اندر میں داخل ہوتی ہے۔"

استاد سے شاگرد نے کہا، آپ خوش رہتے ہیں اور میں ناخوش۔ میں خوف کا پتلا جب کہ آپ یقین ہیں۔ ایسا کیوں—؟ استاد نے فرمایا، میں خوش رہتا ہوں اور تم ناخوش پھر کیا واقعی تم میرے شاگرد ہو—؟ تم نے میری نہیں، اس کی شاگردی اختیار کی ہے جو ناخوش رہتا ہے۔

دسمبر 2022ء

سرورق کی تشریح

موجودہ زمانے کو اکثر و بیشتر تحریر و گفتگو میں جدید دور کہا جاتا ہے۔ یہ دعویٰ یا خیال عام ہے کہ موجودہ دور میں جتنی سائنسی ترقی اور ایجادات ہوچکی ہیں، پہلے کسی زمانے میں نہیں ہوئیں۔ ماضی کے کتنے زمانوں کی صحیح اور مستند تاریخ ہمارے پاس موجود ہے—؟

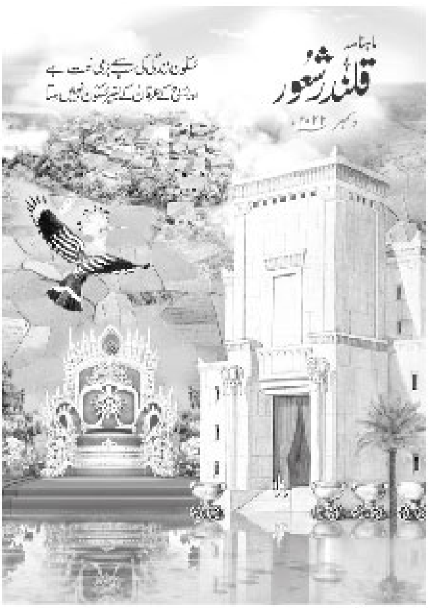

سنِ عیسوی کی یہ اکیسویں صدی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے زمانے سے پہلے کے لئے ہم قبلِ مسیح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جب کہ تاریخ سے استفادے کا یہ عالم ہے کہ ایک ڈیڑھ صدی پہلے کے حالات و واقعات کی صحت، شکوک و شبہات کی نذر ہے۔

دو ہزار سال پہلے کون سے علوم رائج رہے اور علمی و سائنسی ترقی کس حد تک تھی؟ آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے ایسے شواہد دریافت کئے ہیں جن سے قدیم زمانے میں حیرت انگیز ٹیکنالوجی اور علوم کی خبر ملتی ہے۔

۱۔ یونانیوں نے دو سو قبل مسیح میں سیاروں اور اجرامِ فلکی کی حرکات اور مداروں میں ان کے مقامات جاننے کے لئے ایک اینالاگ کمپیوٹر Antikythera Mechanism ایجاد کیا۔ بتایا جاتا ہے کہ سورج اور چاند گرہن کا قبل از وقت صحیح اندازہ لگانا اس کمپیوٹر سے ممکن تھا۔

۲۔ اہرامِ مصر کس طرح تعمیر ہوئے اور کن علوم کا مظہر ہیں— اکثریت پر راز اب تک کھل نہ سکا۔

۳۔ بغداد میں تانبے اور لوہے سے بنی شے دریافت ہوئی۔ پتہ چلا کہ یہ بیٹری ہے جسے دھات پر دوسری دھات کی تہ چڑھانے (Electroplating) اور دوسرے مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

۴۔ تقریباً ڈھائی سو قبل مسیح میں یونانی محقق ارشمیدس نے دھاتی آئینوں کی مدد سے ایک ہتھیار ایجاد کیا جس کے ذریعے سورج کی شعاعیں ایک نقطے پر یکجا کر کے دشمن کے بحری جہازوں پر منعکس کی جاتیں تو ان میں آگ بھڑک اٹھتی۔ یہ طاقتور لیزر کی طرح کام کرتی تھیں۔

۵۔ اسکینڈے نیویا کے وائی کنگ قبائل قطب نما جیسا آلہ استعمال کرتے تھے جو آج کے دور میں GPS نظام کی طرح سمتوں اور مقامات کی درست نشاندہی کرتا تھا۔

۶۔ مصر میں صقارہ کے مقام پر 1898ء میں ایک ماڈل دریافت ہوا جس کی لمبائی چھ انچ تھی۔ اس میں ایندھن ذخیرہ کرنے کی جگہ، ہوائی جہاز جیسے پر، پچھلی طرف دم، جہاز جیسی لمبی گول جسامت حتیٰ کہ پائلٹ کی نشست کی نشاندہی تھی۔ ہوا میں حرکت (Aerodynamics) کے تناسب سے اس ماڈل کی ساخت بنائی گئی تھی۔ یہ آج کے جدید ڈیلٹا یا تکونی ساخت کے پروالے جہاز کے مشابہ ہے۔

ان کے علاوہ بہت سے تاریخی شواہد منظر عام پر آچکے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے کئی ادوار گزرے ہیں جو آج کے اعتبار سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔

قرآن کریم میں پیغمبران کرام علیہم السلام کے ادوار اور ان ادوار میں علوم و فنون کی تفصیل ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے واقعات میں جن علوم اور صلاحیتوں کا ذکر ہے، وہ آج خواب کی طرح لگتے ہیں۔ پرندوں اور جانوروں کا مطیع ہونا اور گفتگو کرنا، جنات و انسان انجینئر اور محققین سے کام لینا، محیر العقول عمارتیں اور مشینیں بنانا اور حضرت سلیمانؑ کے دربار میں ایک شخص آصف بن برخیا کا پلک جھپکنے سے قبل تختِ بلقیس حاضر کر دینا— ایسی مثالیں ہیں جن کا عشرِ عشیر بھی آج موجود نہیں۔ چیونٹی کی گفتگو اور حضرت سلیمانؑ کا اس سے مکالمہ اس کے علاوہ ہے۔

حشرات فریکوئنسی کی کس رینج پر گفتگو یا پیغام رسانی کرتے ہیں—؟

جو صلاحیتیں انہیں حاصل ہیں، کیا ہمیں ان کا علم ہے—؟

سرورق پر محل اور صحن میں حوض کے اوپر شفاف بلوریں فرش کی خوب صورت عکاسی کی گئی ہے۔ شاہی تخت دیکھ کر علم الکتاب کے حامل بندے کا خیال آیا ہے۔ بھاری بھرکم شے کثافت، حجم اور وزن سمیت کیسے پلک جھپکنے سے کم وقت میں دور دراز فاصلے تک منتقل کی جاسکتی ہے—؟

آج کسی حد تک لہروں کا علم حاصل کرلیا گیا ہے اور لاسلکی طریقے سے دنیا میں کہیں بھی آواز اور تصویر بھیجی جاسکتی ہے لیکن یہ فارمولا مادی جسم پر کس طرح نافذ ہوگا، اس بارے میں خاموشی ہے۔

سرورق میں فطرت کی سائنس کو سمجھنے کی دعوت دی گئی ہے۔

سائنسی تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ پرندوں کے اندر ایسی صلاحیتیں ہیں کہ وہ خفیف ترین اور بلند فریکوئنسی کی آوازیں بآسانی سن سکتے ہیں، طویل پرواز میں سمت کا درست تعین کر سکتے ہیں اور زمین کے بیرونی پرت کے نیچے چھپی دنیا کا کسی حد تک مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

حضرت سلیمانؑ کے دربار میں ایک پرندہ ہدہد دور دراز کی خبریں لانے اور پانی تلاش کرنے کی ڈیوٹی پر مامور تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ہدہد زیر زمین پانی کو بآسانی دیکھ سکتا ہے، اس کی نظر زمین کے بیرونی پرت سے بآسانی گزر جاتی ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے دربار سے تقریباً پندرہ سو میل دور مختلف آب وہوا کے علاقے تک جانا، وہاں کی معلومات تفصیلاً جمع کرنا اور تقریباً پندرہ سو میل کا سفر واپس طے کر کے معلومات کو درست یادداشت کے ساتھ بیان کرنا— ہدہد میں صلاحیتوں کا اظہار ہے۔

پیغمبر حضرت سلیمانؑ کے دور میں غیر معمولی واقعات اور بے مثال شان و شوکت کے پس پردہ کیا حکمت ہے— ؟ میری دانست میں اس میں آدمی اور انسان کا فرق بتایا گیا ہے۔ اگر آدمی کی جنات، حیوانات، چرند، پرند، ہوا یعنی زمین پر حکمرانی ہے تو وہ زمین پر اللہ کا "نائب" ہے، اشرف المخلوقات ہے ورنہ آدمی کی حیثیت حیوان کی ہے جس کو ماہرین نے حیوانِ ناطق کہا ہے جب کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ ہر مخلوق اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

(تشریح : مکمل مینا)

وسعتِ حیات

مرکزی خیال : آدمی نے ہر دور میں ٹائم اور اسپیس کی اہمیت کو جانا ہے۔ محققین کی کوشش رہی ہے کہ ٹائم اور اسپیس کی نفی سے بھرپور زندگی (Smart Life) گزار سکیں۔ لہروں پر مبنی اطلاعاتی و خیالی نظام آدمی کے لئے نیا نہیں، مصر اور مایہ کے اہرام ہنوز لہروں کے اسرار کی ہزاروں سال پرانی کاوشوں کا ایک زاویہ بیان کر رہے ہیں۔ گلیلیو، نیوٹن، میکس ویل، آئن اسٹائن، اسکروڈنجر اور ڈاکٹر عبدالسلام جیسے کئی نوبل انعام یافتہ محققین نے لہروں سے متعلق قوانین سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی۔ مادی طبیعیات سے گزر کر جب خیالات نے مابعدالطبیعیات پر کمند ڈالنے کی کوشش کی تو ان کا ذہن مصلحتاً مادے (matter) میں گرفتار رہا۔ زیرِ نظر مضمون میں تحقیقی رجحان کی دو سمتوں کا تذکرہ ہے۔ خارج میں یہ رخ آدمی کی حسی، عضلاتی، فعلیاتی اور نفسیاتی تفہیم سے گزر کر ذہنی نقوش بناتا ہے۔ آدمی نے ہر دور اور زبان میں ان نقوش کو اپنے مطابق نام دیئے ہیں۔ باطن یا حالتِ نیند میں بھی نقوش بنتے ہیں مگر یہاں مادی جسم کی شمولیت دکھائی نہیں دیتی۔ دونوں حالتوں میں فرق ٹائم اور اسپیس کی رفتار کا ہے۔ اگر آج کا محقق مادیت میں تبدیلی کو سمجھنا چاہتا ہے تو اسے مادے (matter) کی اسپیس کے پیچھے کارفرما 'زمانیت' (Time) کا علم حاصل کرنا ہوگا۔

سائنسی علوم کی سمجھ بوجھ رکھنے والے طلبا واقف ہیں کہ گزشتہ صدی کی ابتدا میں آئن اسٹائن نے ایک تحقیقی مضمون شائع کیا۔ اس کی وجہِ شہرت اس میں پیش کیا گیا "نظریۂ شہود" تھا۔ اس میں ٹائم اور اسپیس کو باہم مساوات کی شکل میں بیان کیا گیا تھا۔ اس نظریے کو اضافی شہود یا نظریۂ اضافیت بھی کہا جاتا ہے۔ اکثر لوگ اس اصطلاح سے واقف ہیں مگر اس کی شہودی وسعت کی وجہ سے آسان الفاظ میں بیان کرنے میں انہیں دشواری پیش آتی ہے۔

نیوٹرل ذہن کے برعکس روایتی ذہن کا مشاہدہ محدود ہے۔ دراصل کسی مظہر سے متعلق تفصیلات اس قدر زیادہ ہو جاتی ہیں کہ عام صلاحیتوں سے واقف شخص ان کو جوڑ کر ایک تصویر یا ایک فریم میں دیکھنے سے عاجز ہے۔

متمول خاندان کا چشم و چراغ ہونے کے باوجود آئن اسٹائن اس زمانے میں پیٹنٹ* آفس میں بطور معاون نگراں کام کرتا تھا۔ طرح طرح کے نظریات و تصورات نظر سے گزرتے تھے۔ علمِ ریاضی اور طبیعیات میں ذوق و شوق کی وجہ سے وہ تمام مسودات کی جانچ پڑتال انتہائی مہارت سے کرتا تھا۔ ملازمت کے دوران ادارہ کے ریکارڈ روم میں پرانے مسودات کا جائزہ لینے کا موقع ملا۔ جب نیوٹن اور رافسن کے مسودات میں تجویز کردہ مساوات کو آئن اسٹائن نے آگے بڑھایا تو دو نکات سامنے آئے۔

اول: روشنی سے زیادہ رفتار ممکن نہیں۔

دوئم: روشنی اور مادہ باہم تبدیل ہو سکتے ہیں۔

آئن اسٹائن نے ابتدائی تعلیم یہودی عالم کے زیر اثر مکمل کی جب کہ سیکنڈری تعلیم مشنری اسکول سے حاصل کی۔

انٹرنیٹ پر وِکی پیڈیا کا مفصل مطالعہ کریں تو گزشتہ تین صدیوں میں سائنس کے ارتقائی سفر سے بہت سے پردے اٹھتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ تمام نظریات کا تعلق مسلم دور میں کی گئی سائنسی پیش رفت سے ہے۔ فرق یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کے علوم کی روشنی میں یونانی، بازنطینی، روم اور فارس سلطنت کے مادی اور فلسفیانہ نظریات کو رد کر دیا تھا۔ مثال کے طور پر زمین اور دیگر سیاروں کی حرکات وغیرہ۔ مغربی اقوام اُس دور کو اپنا "ڈارک ایج" کہتی ہیں۔ یہ تقریباً سات سو سال پر محیط ہے۔ قطع نظر اس تلخ حقیقت کے کہ ڈارک ایج اب کون سی اقوام پر حاوی ہے، ہم آج کے ترقی یافتہ اور قدرت کی نشانیوں پر غور کرنے والی اقوام کو دیکھیں تو نیوٹن، آئن اسٹائن، کیپلر، اسکروڈنجر، میکس ویل اور دیگر کئی کردار ہمیں سائنس کی دنیا میں نظر آتے ہیں۔

سائنسی کتب سے ہٹ کر آئن اسٹائن کی سوانح حیات کا محقق کی حیثیت سے مطالعہ کیا جائے تو نقطہ یہ کھلتا ہے کہ اس کے پیش کردہ نظریات

---

* پیٹنٹ (جملہ حقوق دینا)

اور لیکچروں میں الہامی کتابوں کے کس قدر تصورات موجود ہیں۔ یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ یہ مذہبی احکامات سے بیزاریت کا زمانہ تھا۔

فی زمانہ غور کرنے سے منکشف ہوتا ہے کہ جب بھی محقق نے حقیقت کی تلاش میں الہامی کتابوں سے مدد لی تو انہیں نیچر کے پس پردہ قوانین نظر آئے مگر خوف نے خاموش رہنے پر مجبور کیا کہ کہیں ان پر مذہب پرست یا بنیاد پرست کی مہر نہ لگ جائے۔

انہوں نے اس کا حل یہ نکالا کہ الہامی کتابوں کے "حقائق" پر مبنی قوانین کو "فکشن" نظریات سے زبردستی جوڑ دیا۔ مذہب سے باغی مادہ پرست لوگوں میں یہ نظریات مقبول ہوئے — یوں تحقیق کے فکشن روزن کھلتے چلے گئے۔ چوں کہ ان نظریات میں الہامی علوم سے مدد لی گئی ہے اس لئے ان میں حقیقت کی جھلک نظر آتی ہے مگر حقیقت کے سامنے فکشن کو شامل کرنے کے طریق کار سے حقائق تک رسائی کا راستہ طویل ہو گیا۔ دوسری جانب شر میں دلچسپی رکھنے والے سرمایہ کاروں نے ان تحقیقات کی حوصلہ افزائی کی اور ان میں سرمایہ کاری کی جس سے عام آدمی کی زندگی اجیرن ہو گئی۔ تہلکہ خیز وائرس کورونا ایسے ہی تجربات کا نتیجہ ہے۔

اسکولوں میں ابتدائی جماعتوں سے سکھایا جاتا ہے کہ سائنس مظاہر کے مشاہدات اور تجربات کے کھوج کا علم ہے۔ سائنسی ارتقا کی تاریخ ایسے مناظر اور ان کے پس پردہ فعال نظریات سے بھری پڑی ہے جیسے پانی اور پانی کے بہاؤ سے حاصل ہونے والی برقی توانائی۔ اسے ہم پانی اور پانی سے تنزل شدہ توانائی کہیں گے۔

یاد رہے کہ تنزل ایک پراسس کا نام ہے جسے انتقال یا transformation بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہر نزول و صعود میں یہی میکانزم ہوتا ہے۔

سائنس یا تحقیق و تلاش کی ارتقائی دہائیوں اور صدیوں میں ستم ظریفی یہ رہی کہ جیسے جیسے شعور طبعی دنیا سے آشنا ہوتا گیا، علوم کی جہتیں سامنے آنے لگیں۔ فرسودہ نظریات عملی طور پر ڈھیر ہو گئے۔ نئے نظریات کی ہمہ گیر قبولیت کے باوجود، رد ہونے والے نظریات درسی کتب میں تقریباً ہر درجے میں پڑھائے جاتے ہیں۔ عام مثال لفظ "ایٹم" ہے۔ تعارف کے لحاظ سے مادہ کے چھوٹے سے چھوٹے ذرّے کو ایٹم کہتے ہیں مگر چھٹی جماعت کا بچہ بھی جانتا ہے کہ ایٹم

سے چھوٹا پروٹان اور نیوٹران ہوتا ہے۔

سیریز "جیتے مرتے — فاصلے" میں مختلف زاویوں سے بیان ہو چکا ہے کہ ہم مظاہرات کو حس — احساس — محسوس میں ریکارڈ کرتے ہیں۔ نظریات کسی بھی سطح پر ہو سکتے ہیں جیسے انفرادی، اجتماعی، تہذیبی، قومی یا قبائلی وغیرہ۔ یہاں سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ کسوٹی حقائق سے متعلق نظریات کی ہونی چاہئے۔ ہمہ گیر قبولیت یا رد کو کسوٹی نہیں بنایا جا سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ نظریات میں اس طرز فکر کا رنگ شامل ہو جاتا ہے جو علمی اور معاشرتی سطح پر رائج ہیں۔

فرد کی زندگی کے مشاہدات و تجربات کا فہم عام طور پر انفرادی ہوتا ہے۔ اگر ہم مشاہدے اور تجربے کی فہم کو ایک فرد کی کیفیات کہیں تو مختلف افراد میں کیفیات یکساں ہو سکتی ہیں اور کلی طور پر الگ الگ بھی۔ ایک فرد اپنی کیفیات کا اظہار کرتا ہے تو دوسرے فرد کے لئے اس کی کیفیات اضافیت کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس میں حالات اور واقعات کا کردار اہم ہے جیسے فرد کی جسمانی، نفسیاتی اور مابعد النفسیاتی ساخت، وقت اور مقام، نوعی اور انفرادی تشخص۔

یہاں سائنس کے طالب علم کی حیثیت سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ مشاہدات اور تجربات کی کاوشوں میں محققین کا مطمحِ نظر کیا رہا ہے؟ کیا مظاہر کو اولیت دینے والوں کا ہدف یہ ہے کہ مظاہر ہی "وسعتِ حیات" ہیں؟

ذہن میں سوال آسکتا ہے کہ اگر مظہر کو ہی وسعتِ حیات سمجھا جائے تو اس کا بجز اس کے مطلب نہیں کہ سب کچھ حال ہے اور محققین ماضی اور مستقبل کی نفی کر رہے ہیں۔ بالفاظ دیگر محققین کے ایک بڑے گروہ نے زمان کی اضافیت کو نظر انداز کر دیا حالاں کہ زمان کی اضافیت ہی کائناتی وسعت کا موجب ہے۔

قارئین! اگر آپ کے ذہن میں کوئی مشاہداتی تجزیہ ہے تو ہمیں آگاہ کیجئے۔

سائنس دان جب ہمہ تن ایک نقطہ پر غور کرتے ہیں تو مادی ذہن کی پرواز مادے میں تحقیق و تلاش شروع کر دیتی ہے حتیٰ کہ ذہن پر مادی اوصاف کھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ اوصاف اسی لمحہ پیدا ہوئے بلکہ کھوج سے پہلے یہ ہر لمحہ مادے میں رواں تھے۔ صرف محقق کی دلچسپی نے اس کو توجہ کی مناسبت سے

سمجھ لیا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب سوچ تلاش در تلاش حیرت میں گم ہو جاتی ہے تو مادے کے پس پردہ عناصر دماغ کی اسکرین پر نمودار ہوتے ہیں۔ تلاش جاری رہے تو ان عناصر سے متعلق اطلاعات میں اضافہ ہوتا ہے۔ شروع میں محقق اَن گنت اطلاعات کے ٹکڑوں کو جوڑنے سے قاصر ہوتا ہے بعدازاں جیسے جیسے مادی شعور میں گہرائی پیدا ہوتی ہے، سوچ میں بھی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وسعت کو اگر خلا کہا جائے تو درست ہو گا کیوں کہ اس سے فکر میں گنجائش پیدا ہوتی ہے جو مزید گہرائی میں لے جاتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ آگے سفر کرتی ہے بلکہ بار بار پلٹ کر مادے میں سمٹ آتی ہے۔ علم کی یہ طرز محدود دائرے میں گھومتی ہے اسی لئے کائناتی مظاہر سے پردہ اٹھنے میں صدیاں لگ جاتی ہیں۔

آدمی شعوری طور پر مادے میں الجھا رہتا ہے اور نت نئی ایجادات کو کارنامہ سمجھتا ہے۔ اس ماحول میں پرورش پانے والی نسلیں اسی جال میں پھنس جاتی ہیں۔ کسی کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ جس شعور کے حوالے سے مادی علوم زیر بحث آتے ہیں، اس کی اساس یا base کیا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ کسی مظہر کے تشکیلی اجزا کا خیال آئے بھی تو اس کی ترکیب مادی عناصر ہی بتائے جاتے ہیں۔ یہ سوال کوئی نہیں کرتا کہ اگر ان عناصر کو معلوم مقداروں میں جوڑ دیا جائے تو کیا ان سے باشعور آدمی بنایا جا سکتا ہے؟

اب تک کی گئی تحقیق میں ایسی کوئی تشکیل سامنے نہیں آسکی۔ اگر قارئین کے علم میں کوئی واقعہ یا تجربہ ہے تو خط لکھ کر آگاہ کریں۔

(قسط: ۱۲)

تعارف ۔۔۔؟

معروف روسی ناول نگار لیو ٹالسٹائی نے غلطی سے کسی کے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا۔ اس شخص کو غصہ آیا اور خوب برا کہا۔ ٹالسٹائی نے معذرت کی اور بتایا کہ میں ٹالسٹائی ہوں۔ اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ سخت شرمندہ ہوا اور کہا، کاش! آپ پہلے اپنا تعارف کرواتے۔ ٹالسٹائی نے کہا، آپ اپنا تعارف کروانے میں بہت مصروف تھے اس لئے مجھے موقع نہیں ملا۔

قندیلوں سے جگمگاتی رات

قید خانے کی چاردیواری کے اندر بھی سورج ہر روز چمکتا ہے اور چاندنی راتوں نے کبھی قیدی اور غیر قیدی میں امتیاز نہیں کیا۔ اندھیری راتوں میں جب آسمان کی قندیلیں روشن ہو جاتی ہیں تو وہ صرف قید خانے کے باہر ہی نہیں چمکتیں، اسیرانِ قید و محن کو بھی اپنی جلوہ فروشیوں کا پیغام بھیجتی رہتی ہیں۔ صبح جب طباشیر بکھیرتی ہوئی آئے گی اور شام جب شفق کی گلگوں چادریں پھیلانے لگے گی تو صرف عشرت سراؤں کے دریچوں ہی سے ان کا نظارہ نہیں کیا جائے گا بلکہ قید خانے کے روزنوں سے لگی ہوئی نگاہیں بھی انہیں دیکھ لیا کریں گی۔ فطرت نے آدمی کی طرح کبھی یہ نہیں کیا کہ کسی کو شاد کام رکھے، کسی کو محروم کر دے۔ وہ جب کبھی اپنے چہرے سے نقاب الٹتی ہے تو سب کو یکساں نظارۂ حسن کی دعوت دیتی ہے۔ یہ ہماری غفلت اندیشی ہے کہ نظر اٹھا کر دیکھتے نہیں اور صرف اپنے گردوپیش میں کھوئے رہتے ہیں۔

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا ۔۔۔ یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ساز کا

جس قید خانے میں صبح ہر روز مسکراتی ہو، جہاں شام ہر روز پردۂ شب میں چھپ جاتی ہو، جس کی راتیں کبھی ستاروں کی قندیلوں سے جگمگانے لگتی ہوں، کبھی چاندنی کی حسن افروزیوں سے جہاں تاب رہتی ہوں، جہاں دوپہر ہر روز چمکے، شفق ہر روز نکھرے، پرند ہر صبح و شام چہکیں، اسے قید خانہ ہونے پر بھی عیش و مسرت کے سامانوں سے خالی کیوں سمجھ لیا جائے؟ یہاں سروسامانِ کار کی تو اتنی فراوانی ہوئی کہ کسی گوشے میں بھی گم نہیں ہو سکتا ہے۔ مصیبت ساری یہ ہے کہ خود ہمارا دل و دماغ ہی گم ہو جاتا ہے۔ ہم اپنے سے باہر ساری چیزیں ڈھونڈتے رہیں گے مگر اپنے کھوئے ہوئے دل کو کبھی نہیں ڈھونڈیں گے۔ حالاں کہ اگر اسے ڈھونڈ نکالیں تو عیش و عشرت کا سارا سامان اسی کوٹھری کے اندر سمٹا ہوا مل جائے۔ (کتاب: غبارِ خاطر)

(نوٹ: کتاب "غبارِ خاطر" مولانا ابوالکلام آزادؔ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ انہوں نے یہ مکتوبات قلعہ احمد نگر میں قید کے دوران مختلف اشخاص کو لکھے۔)

محمد عدنان خان

پورب کے ہم زاد

رنگ و چمن، عروج و زوال، عشق و مستی اور فنا و بقا کے رنگوں سے معمور صدیوں پر محیط داستان جس کی مکانیت تبت کی فلک بوس چوٹیوں سے لے کر ٹیکسلا کی سرسبز وادیوں تک پھیلی ہوئی ہے۔

روا کو ٹیکسلا میں صدیوں پرانے کشان دورِ حکومت کا شہزادہ ملا جو اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ شہزادے سے دور رکھنے کے لئے مکروہ صورت بوڑھا بجر ولال سامنے آیا اور روا کی پریشانیوں کا آغاز ہوا۔ ایک بزرگ نے روا کو بتایا کہ شہزادے کے ہم زاد کو شیطانی چیلوں سے آزاد کروانے کے لئے تمہارا انتخاب ہوا ہے۔ روا ایک حادثے میں کوما میں چلی گئی۔ اسپتال میں اس کے اندر سے روشنی کا پرت نکلا اور ماضی میں سفر کرتے ہوئے ہزاروں سال پہلے کے تبت میں لے گیا جہاں پہاڑی عبادت گاہ اس کا نیا مسکن تھی۔ روا سے پہلے عبادت گاہ میں بزرگ خاتون رہتی تھیں جو شہزادے کے علاج کے لئے محل گئی ہوئی تھیں۔ محل سے واپس آکر بزرگ خاتون نے جوبی پہاڑ پر رہنے کے بجائے تبت کے اس علاقے کا رخ کیا جہاں ان کے استاد مقیم تھے۔ شہزادہ سلطنت چھوڑ کر ان کی تلاش میں نکلا تو اس کے چچا راجا پدل نے تخت پر قبضہ کر لیا اور شہزادے اور بزرگ خاتون کو جان سے مارنے کے لئے سپاہی روانہ کئے۔ بزرگ خاتون نالندہ یونیورسٹی چلی گئیں، شہزادے نے علاقے میں ان کی غیر حاضری محسوس کی تو انجانی سمت چل پڑا۔ اگم کنوئیں پر لچھاوی کے قبضے کی خبر سن کر شاہ سرپ نکولا پریشان ہوگئے اور راجا پدل کو مطلع کرنا چاہا۔ ادھر شہزادے کو ریاضت کے لئے غار میں بھیج دیا گیا۔

میں (روا) شہزادے اور بزرگ خاتون کے متعلق بہت کچھ جان چکی تھی۔ کشان سلطنت کے نشیب و فراز کی کیا وجوہات تھیں اور کس نے اس میں کیا کردار ادا کیا، علم ہوگیا تھا۔

لچھاوی کا خاندان شاہی کاہن کی خدمت پر مامور تھا مگر درپردہ شیطانی قوتوں کے زیر اثر تھا۔ بھدّا سیاہ دایاں ہاتھ اس خاندان کی پہچان تھا۔ کسی نیک انسان کو ستانے کے نتیجے میں ان لوگوں کے جینز میں خرابی سے ہاتھ کی یہ شکل ہوگئی تھی اور نسل در نسل منتقل ہو رہی تھی۔

اس لمحے مجھے بجر ولال کا ہاتھ یاد آیا اور میں چونک گئی۔ وہ بوڑھا لالچی عامل جو شہزادے کے

ہم زاد کو قابو کرنا چاہتا تھا، لچھاوی کی نسل سے تھا۔ دو ہزار سال گزرنے کے باوجود اس خاندان کے جین میں خرابی دور نہیں ہوئی تھی یعنی ان کی طرزِ فکر میں تخریب غالب تھی۔

میری دو ہزار سال قبل کے دور میں موجود ہونے کی ایک وجہ بجرولال تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ کشان سلطنت کے خزانے کا وارث ہے اور خزانے تک پہنچنے کے لئے شہزادہ جے ونت کے ہم زاد کو قابو کرنا چاہتا تھا۔ شہزادہ جانتا تھا کہ خزانہ کہاں ہے۔

بجرولال کا خیال آتے ہی کیفیت عجیب ہوگئی۔ وہ میرے گھر جہاں میرا مادی جسم کومے جیسی حالت میں تھا، کے آس پاس موقع کی تلاش میں رہتا تھا۔ میرے والد، والدہ، بہن اور بہنوئی سخت پریشان تھے۔

ڈاکٹروں کے مشورے پر مجھے گھر منتقل کردیا گیا تھا۔ ایک نرس دیکھ بھال کے لئے موجود رہتی تھی۔ میرا مٹی کا جسم طویل نیند سے دوچار تھا جسے ڈاکٹر سمجھنے سے قاصر تھے کیوں کہ کچھ پیرامیٹرز کومے کی کیفیت سے ہٹ کر تھے۔ ان کے مطابق یہ کوما سے ملتی جلتی حالت تھی۔

کائنات کی ہیئت اور خدوخال کے لحاظ سے تحقیق و تلاش (سائنس) ابھی طفلِ مکتب ہے۔ اس نے لامحدود طرزِ نگاہ کے بجائے محدود زاویۂ نگاہ کو تحقیق و تلاش کا ذریعہ بنایا ہے۔ جب تک آنکھوں پر سے محدودیت کا چشمہ نہیں اترتا، حقیقت اوجھل رہتی ہے۔

بجرولال گھر کے قریب گھات لگائے بیٹھا تھا مگر مجھ سے دور تھا— قدرت میری حفاظت کررہی تھی۔ بہنوئی اور بہن بزرگ سے رابطے میں تھے جن کی وساطت سے میں دو ہزار سال قبل کے زمانے میں پہنچ کر ان گتھیوں کو سلجھا رہی تھی جو کشان سلطنت کے شہزادے اور بجرولال کے درمیان تھیں۔ یہ کہنا غلط نہیں کہ مجھے ماضی میں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ لچھاوی کے خاندان اور شہزادہ جے ونت کے متعلق اچھی طرح جان لوں۔ یہاں آنے سے بجرولال کے دعوے کی قلعی کھل گئی تھی۔ وہ سلطنت کے خزانوں کا وارث نہیں تھا بلکہ اس کا تعلق لچھاوی کے خاندان سے تھا۔

دیکھا جائے تو لچھاوی شاہی خاندان کا فرد نہیں تھی بلکہ ایک طرح سے خادمہ تھی۔ ثبوت کے طور پر وندان کا کٹا ہوا ہاتھ نالندہ درس گاہ

کے سربراہ چنشو کے پاس تھا۔ دورِ جدید کے بعض تاریخ دان غلط اندازوں کی بنا پر لچھاوی کو شاہی خاندان کا فرد گردانتے ہیں جب کہ شاہی خاندان کے کسی فرد کا ہاتھ ایسا نہیں تھا۔

یہاں اس بات کو دہرانا ضروری ہے کہ میں جادوگر بجر ولال اور دو ہزار سال قبل کے ایک شہزادے کے ہم زاد کے درمیان میں کیوں کر آگئی۔ بجر ولال شہزادے کے ہم زاد کو قابو کرنے کے لئے کب سے چلّے کررہا تھا تاکہ شہزادے سے ان خزانوں کا پتہ معلوم کر سکے جو اس کے والد بادشاہ کنڈل کڈفیز نے کسی مقام پر محفوظ کردیئے تھے۔

شہزادہ جے ونت موجودہ دور میں ایک طاقتور ہم زاد کی صورت میں درس گاہ دھرماراجیکا کے کھنڈرات میں رہتا تھا۔ یہ علاقہ آج ٹیکسلا میں ہے۔ میری تحقیق کی ابتدا بھی ان کھنڈرات سے ہوئی۔ بچپن سے میرا میلان روحانیت کی طرف تھا لہٰذا بزرگوں کی تحریریں زیر مطالعہ رہتیں۔ سہیلی کے گھر ذکر اور مراقبہ کی نشستیں منعقد ہوتیں۔ میں شرکت کرتی تھی۔

ماضی میں آنے کے بعد بھی مراقبہ کی پابندی جاری رہی — یہاں بزرگ خاتون سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اسباق دیئے جن پر عمل کیا۔ ان سب کا نتیجہ یہ نکلا کہ میرے روحانی حواس بیدار ہونے لگے۔

میں آثار قدیمہ کی طالبہ کی حیثیت سے تحقیق کے لئے دھرماراجیکا پہنچی تو شہزادہ جے ونت کے ہم زاد کو خبر ہوگئی۔ اس نے مجھے دیکھا تو میرے اندر وہ رنگ نظر آئے جو ماورائی صلاحیتوں سے متعلق تھے اور جن سے میں خود بے خبر تھی۔ صدیوں سے بھٹکتے شہزادے کے ہم زاد کی امید بندھی کہ میں اسے جاں کنی کی حالت سے نکالنے کا ذریعہ بن سکتی ہوں اور اس مطلوب و مقصود تک پہنچا سکتی ہوں جس کے لئے اس نے تاج و تخت ٹھکرایا اور زندگی اس کے نام کردی۔

کائنات میں کوئی حرکت بلا سبب نہیں۔ ریت کا ایک ذرّہ جو ہوا کے دوش پر جگہ جگہ پہنچتا ہے، اندر میں پوری تفصیل رکھتا ہے۔ شعور کے زیر اثر احساسات، کائنات میں حرکت کو محدود نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وجہ شعور کی محدودیت ہے جو چیزوں کو تقسیم کرکے دیکھنے کی پابند ہے۔

میں ٹہلتے ٹہلتے حجرے کے عقب میں آگئی

تھی جہاں کاریز (چھوٹی نہر) بہتی تھی۔ یہ پانی سے لبالب بھری رہتی تھی مگر اب پتلی دھار رہ گئی تھی۔ جس آبشار سے یہ نکلتی تھی، وہ پہاڑ کی پچھلی جانب تھا۔ اس کا شور معمول کی طرح تھا یعنی وہاں پانی کم نہیں ہوا تھا۔

چھوٹی نہر میں پانی کا کم ہونا میری روانگی اور عبادت گاہ میں نئے مکین کی آمد کا اعلان تھا۔ میں یہاں خالی ہاتھ آئی تھی لہٰذا واپسی کی تیاری کے لئے کسی تردد کی ضرورت نہیں تھی — خالی ہاتھ واپس جانا تھا۔

ٹھنڈ بڑھی تو واپس حجرے میں آگئی۔ طویل رات کا دوسرا پہر اختتام پذیر تھا۔ بستر پر لیٹتے ہی آنکھیں بند کرنے پر ایک بار پھر جے ونت نظر آیا جو گھوڑے پر سوار تھا۔ ساتھ ہی فضا میں دو وحشت ناک آنکھیں معلّق نظر آئیں۔ اس کے ساتھ ہی ذہن بوجھل ہوگیا اور منظر دھندلا گیا۔

کیا لچھاوی نے جے ونت کو دیکھ لیا ہے؟

یہ بات تشویش ناک تھی جس کا اندازہ جے ونت کو نہیں تھا۔ مجھے مناظر دکھائی دیتے تھے مگر ذہن بوجھل ہوتے ہی دھندلا جاتے۔

شہزادہ اپنی منزل دھر ماراجیکا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لچھاوی نے چالاکی سے اس کے پڑاؤ کا اندازہ کر کے اپنی بیٹی باگیاوتی کو وہاں بھیج دیا تھا۔ دونوں ساتھ پلے بڑھے تھے۔ شہزادہ اس پر اعتماد کرتا تھا۔

لچھاوی استدراج کے زور پر بزرگ خاتون کو ڈھونڈنے سے قاصر تھی لہٰذا اس کام کے لئے باگیاوتی کو استعمال کیا۔ شہزادہ آرام کئے بغیر سفر کرنا چاہتا تھا مگر گھوڑے کی تھکن رکاوٹ تھی۔ کہیں تو قیام کرنا تھا۔ اس نے لدھیانہ کا انتخاب کیا۔ لچھاوی کو خبر ہوگئی اس کی بیٹی خفیہ دستے کے ہمراہ تیز رفتار گھوڑوں کے ذریعے پہلے سے لدھیانہ میں موجود تھی۔ لچھاوی جانتی تھی کہ شہزادہ اب عام فرد نہیں، ریاضتوں سے گزرا ہے، وہ محتاط تھی اور حملہ آوروں کو پوری تیاری کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس کے شکار یکجا ہو رہے تھے اور وہ یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتی تھی۔ ملاقات کا مقام معلوم ہونے پر وہ بھرپور کارروائی کا ارادہ رکھتی تھی۔ سپاہیوں کا دستہ مقام کا تعین ہونے پر روانگی کے لئے تیار تھا۔

لچھاوی نے اس مرتبہ راجا پدل کو اعتماد میں لیا البتہ وہ اب تک لاعلم تھی کہ بزرگ خاتون کہاں ہیں اور شہزادہ ان سے ملنے کہاں جارہا ہے۔

یہ مناظر دیکھتے دیکھتے رات گزر گئی۔

صبح آیوشی اور بھرگوی حسبِ معمول حاضر ہوئیں۔ دونوں خاموش اور آزردہ تھیں۔ ناشتے کے بعد وجہ پوچھی تو بولیں، بی بی ماں! آج آپ کی روانگی ہے، کاریز (چھوٹی نہر) خشک ہو چکی ہے، نیا مہمان کسی بھی وقت آجائے گا۔

ایک نئے امتحان کا آغاز ہو چکا تھا۔

میں نے انہیں تسلی دی لیکن وہ مجھ سے بہت مانوس تھیں اس لئے میرے الفاظ اداسی کا مداوا نہ کرسکے۔ یہاں سے جانے کا دکھ مجھے بھی تھا لیکن اگلی منزل پر پہنچنے کے لئے جانا ضروری تھا۔

میری وضع قطع اور طور طریقے ان لوگوں کے لئے نئے تھے۔ وہ جانتی تھیں کہ میں کہیں اور سے آئی ہوں۔ کہاں سے، معلوم نہیں تھا اور نہ کبھی پوچھنے کا حوصلہ ہوا۔

میری اگلی منزل کے بارے میں کسی کو اندازہ نہیں تھا پھر بھی سفر کے لئے آیوشی اور بھرگوی نے کھانے پینے کی کافی چیزیں رکھ دی تھیں۔

گورخر خلافِ معمول حجرے کے باہر موجود اور سفر کے لئے تیار تھا۔ آیوشی نے اس پر زین کس دی اور سامان لادا۔ میرا عصا بھی رکھا۔ اس دوران میں سانبھر قریب آیا اور اپنے جھاڑ جیسے سینگ آہستہ سے میرے پیروں سے رگڑ کر اپنی محبت کا اظہار کرنے لگا۔ وہ الوداع کہہ رہا تھا۔ اس سفر کے لئے میری سواری گورخر تھا۔ ہم سب نے جوبی پہاڑ پر راحت و تکلیف کے دن مل کر گزارے تھے۔ اب جب میرے جانے کا وقت آیا تو سب جدائی کے دکھ سے مغلوب تھے مگر جانتے تھے کہ جدائی اور ملن شعوری دائرے میں پنپنے والے جذبات ہیں جو زمان و مکان کے غالب مغلوب ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔

روانگی کا وقت قریب آگیا تھا کہ حسِ شامہ سے جانی پہچانی بو ٹکرائی۔ یادداشت نے تیزی سے بو کی شناخت کے لئے ماضی میں دیکھا تو گوزم کا چہرہ سامنے آیا— وہی آدم خور قبیلے کا باغی جس نے اپنے اسلاف کے وحشیانہ طور طریقے ترک کر کے راہِ حق اختیار کی تھی۔ وہ بزرگ خاتون کے کارواں میں شامل ہو گیا تھا اور خود کو ان کے سپرد کر دیا تھا تاکہ وہ اسے منزل رسیدہ بنادیں۔

بزرگ خاتون اسے اناپورنا پہاڑی سلسلے کے اس علاقے میں لے گئی تھیں جہاں ان کی اپنی تربیت ہوئی تھی۔ گوزم انہیں دریائے گنڈا کی

کے کنارے پر زخمی حالت میں ملا تھا۔ انہوں نے درندوں سے اس کی جان بچائی تھی اور اپنے ساتھ عبادت گاہ لے کر آئی تھیں۔

خیالات کی رو آیوشی کی آواز سے ٹوٹی۔ وہ "ہے ماں، ہے ماں" کہہ کر ایک جانب اشارہ کر رہی تھی۔ سامنے جنگلی یاک پر سوار گوزم آتا دکھائی دیا۔ بھاری بھرکم جانور پر سواری اس کے رعب و دبدبے کا اظہار تھا۔

یاک غصیلا جانور ہے۔ خصوصاً لمبے بالوں والا جنگلی یاک کسی کو اپنے اوپر سوار کرلے، بظاہر ناممکن ہے۔ دبلا پتلا شرمیلا نوجوان نئے روپ میں اس کے سامنے تھا۔ بزرگ خاتون نے اسے تربیت کے لئے جن لوگوں کے حوالے کیا تھا، انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کی۔ قابلِ ذکر ہے کہ استاد کی نوازشات کا تعلق طالب علم کی طلب کی شدت پر ہے۔ گوزم جب زخمی حالت میں بزرگ خاتون کے ہمراہ عبادت گاہ آیا تھا تو اس کے اندر تڑپ اور طلب تھی۔ بزرگ خاتون کی نگاہِ کیمیا نے اسے پتھر سے ہیرا بنادیا۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

گوزم کی تقدیر بدل گئی — وہ جوبی پہاڑ کی عبادت گاہ کی ذمہ داریاں سنبھالنے آرہا تھا۔

یہ عام ذمہ داری نہیں تھی۔ اسے معلم اور معالج دونوں کے فرائض انجام دینے تھے اور لوگوں کو صراطِ مستقیم کی روشنی دکھانی تھی۔

میرے جانے کا وقت آگیا تھا۔

گوزم عبادت گاہ کے احاطے میں داخل ہوا تو ہم سب کی مسرت دیدنی تھی۔ سب نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ وہ بھی پرتپاک انداز میں ملا۔ اس کی شخصیت یکسر تبدیل ہوچکی تھی۔

نئے مکین کو خوش آمدید کہہ کر میں کسی کی طرف دیکھے بغیر اداس دل سے گورخر پر سوار ہوئی اور اشارے سے سب کو الوداع کہہ کر گورخر کو چلنے کا اشارہ کیا۔

سانبھر پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ کچھ دور چلنے کے بعد واپس چلا جائے گا مگر کافی آگے جانے کے بعد جب اس نے اپنی سمت بدلی تو اس کا رخ عبادت گاہ کی جانب نہ تھا — دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

(قسط: ۴۳)

تجمل
Tajammal
TRAVELS (PVT) LTD.
IATA
ACCREDITED AGENT
IATA Code: 27342433
تجمل ٹریولز
(پرائیویٹ) لمیٹڈ
تجمل للسفریات (الخاصه) المحمدوده
ویزہ +
ایئرلائن ٹکٹ
ہوٹل + زیارات
ٹرانسپورٹ
UMRAH
عمرہ سروس
بجٹ پیکج
اکانومی پیکج
5
ہوٹل کی
بکنگ
ٹی ایچ اے اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز
شبعة تی ایچ اے ‹THA› لتطورالامور تتعلق باالعمال/الموعطفین الاجانب
THA
OVERSEAS EMPLOYMENT PROMOTERS
Licence No. 4189/LHR
‹خصة تسعة:۴۱۸۹/ایل ایچ آر
Labour Visa
Skilled Visa
Un Skilled Visa
thaoep1@gmail.com
متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، قطر
ملائشیا، میں ملازمت کے شاندار مواقع
رانا تجمل حسین
CEO
+92 300 6654 211
+92 302 1165 300
+92 321 6680 266
+92 41 2641 904
Office No. 54, Gate No. 5, Iqbal Stadium. Faisalabad. PK

حضور قلندر بابا اولیاؒ

حیات، حالات، تعلیمات اور کائنات

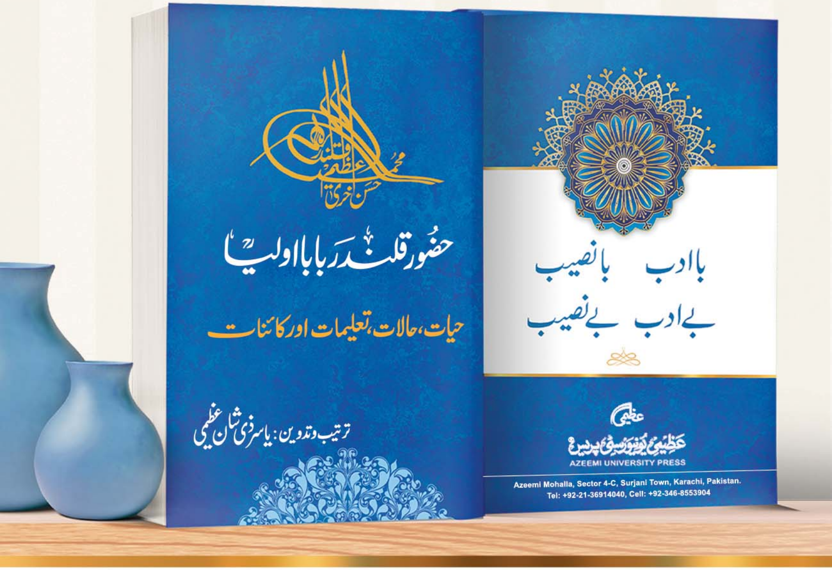

"حضور قلندر بابا اولیاؒ کے اقوالِ زریں
اور خزینہ علومِ تکوین اور فنونَ و علوم کے
بارے میں دستاویز..."

ملنے کا پتہ :

یاسر ذی شان عظیمی رابطہ نمبر : +92-321-7120100

عظیمی یونیورسٹی پریس رابطہ نمبر : +92-213-6417843

عابد محمود

بدگوئی

تین چار راتوں سے ایک ہی کیفیت اور منظر خواب میں گردش کر رہا تھا اور آج جھونپڑی کے اندر کا منظر باہر صحرا سے زیادہ خوفناک تھا۔

وہ لق و دق صحرا میں راستہ بھٹک گئی تھی۔ پیاس سے حلق خشک تھا۔ تھوک نگل کر حلق کو تر کرنے کی کوشش کی لیکن اندر جیسے کانٹے پڑ گئے تھے۔ کپڑے، بال اور چہرے پر ریت کی تہ جم گئی تھی اور ذرّات ہر تھوڑی دیر بعد زبان پر جمع ہو جاتے تھے۔ میلوں میل پھیلے ریگستان کو دیکھا — ریت کے ٹیلوں کے سوا کوئی آدمی نظر آیا، پرندہ اور نہ صحرائی جہاز اونٹ۔

ایک ٹیلے پر چڑھ کر بلندی سے قرب و جوار کا جائزہ لینا چاہا تو پاؤں منوں وزنی ہونے سے قدم ریت میں دھنس گئے — ریت پاؤں جکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ مسافر اس کی گرفت سے آزاد ہو اور آزاد ہوتا بھی کیسے —؟ ریت محض بہانہ تھی، مسافر نے زادِ راہ کے لئے جو سامان خود پر لادا تھا، اس کا بوجھ پیروں کی زنجیر بن گیا تھا۔ اس نے جان بچانے کی کوشش میں دیوانہ وار ہاتھ پیر مارے لیکن چند قدموں سے زیادہ اوپر نہ جا سکی۔

کسی نے پکارا — نمرہ!

نام سماعت میں داخل ہوتے ہی آنکھ کھل گئی اور وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ حلق خشک اور سانس پھولا ہوا تھا۔ صحرا اوجھل ہو چکا تھا لیکن پیاس برقرار تھی اور وہ پانی پانی پکار رہی تھی۔

یہ اماں کی آواز تھی جنہوں نے بیٹی کے چہرے پر اضطراب اور پیشانی پر پسینے کے قطرے دیکھ کر اسے جگایا تھا۔ حیران تھی کہ صحرا کہاں گیا۔ جب صحرا اوجھل ہو گیا تو پیاس کیوں باقی رہی، صحرا کے ساتھ غائب کیوں نہیں ہوئی؟

✦ ✦

رضیہ نے گھر کی صفائی کے بعد دوپہر کے

کھانے کے لئے سبزی کاٹنے بیٹھی تو ساس نے آواز دی، اے رضیہ! کمر میں بہت درد ہے، دس منٹ کمر دبا دے پھر سبزی بنا لینا۔ چھری رکھی اور ہاتھ دھو کر صحن میں آئی اور کمر دبانے لگی۔ ان کی ہائے ہائے گھر میں گونج رہی تھی۔

بہو! تمہارے ہاتھوں میں جان نہیں، کچھ کھایا پیا کرو۔ کمر رہنے دو، جا کر کھانے کی تیاری کر لو۔

واپس باورچی خانے میں آئی۔ ابھی پالک کے چار پتے بھی صاف نہیں کئے تھے کہ دیور نے آواز دی، بھابی! کپڑے استری کر دیں۔

رضیہ نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا، اچھا!

ادھر نمرہ نے بھابی کو کپڑے استری کرتے دیکھا تو کہا، قمیص کو ہنڈیا سمجھ کر جلا نہ دینا۔

جواب دینے کے بجائے نظر انداز کرنا بہتر سمجھا کہ ایک چپ سو کو ہرائے۔

آج دیر ہوگئی تھی۔ جواد دوپہر کا کھانا گھر پر کھاتا تھا اور تاخیر اسے ناگوار گزرتی تھی۔ رضیہ نے ہانڈی چولہے پر رکھ کر ماچس جلائی تو فکر کی لکیریں گہری ہوگئیں — گیس کم تھی۔

نمرہ نے بھائی کے لئے دروازہ کھولا، آپ آگئے لیکن کھانا تیار نہیں ہوا۔ آدھا گھنٹہ اور لگے گا۔ بہتر ہے کھانا باہر سے کھالیں۔

جواد باورچی خانے کی طرف بڑھا اور بیوی سے پوچھا، کھانا نہیں پکا؟

رضیہ نے بتایا، گیس کم ہے۔

ناگواری سے کہا، تمہیں میرے آنے کا وقت معلوم ہے — کتنی بار کہا ہے کہ دیر ہو جائے تو دکان پر پریشانی ہوتی ہے۔

رضیہ نے بے بسی سے شوہر کو دیکھا۔ کیسے بتاتی کہ میں کام وقت پر شروع کرتی ہوں مگر کسی کو بستر پر ناشتہ چاہئے، کسی کو استری شدہ کپڑے، گھر کی صفائی اور دوسری ذمہ داریاں الگ ہیں۔ جانتی تھی کہ جواد نہیں سنے گا۔

دبے لہجے میں کہا، آپ نمرہ سے کہیں کہ گھر کے کاموں میں مدد کیا کرے۔

نمرہ بے چاری سارا دن آن لائن جاب کرتی ہے، دن رات اپنے بچے کے لئے خوار ہوتی ہے۔ ساتھ دینے کے بجائے اس سے مدد کا کہہ رہی ہو۔ ابھی تمہاری اولاد نہیں اس لئے تمہیں کیا معلوم کہ بچے کے ساتھ کام کرنا کتنا مشکل ہے۔

رضیہ نے کرب سے شوہر کو دیکھا۔ ہر بات کی تان اس بات پر آکر ٹوٹتی تھی کہ وہ اب تک ماں نہیں بن سکی۔ شادی کو چار سال ہونے کو آئے تھے مگر گود خالی تھی۔ بھیگی آنکھوں سے

ہانڈی میں چمچ چلاتے ہوئے کہا، ہاتھ دھولیں، کھانا لگاتی ہوں۔ اور جلدی جلدی روٹی بیلنے لگی۔

نمرہ ٹیلے کی چوٹی پر پہنچی تو دور ایک درخت اور جھونپڑی نظر آئی۔ خوشی اور طمانیت کی لہر دوڑ گئی۔ جوشیلے انداز میں تیز تیز قدم اٹھائے مگر ٹیلے سے اترتے ہوئے توازن برقرار نہ رہ سکا اور وہ گر گئی۔ پانی کی کمی اور بھوک سے پیٹ میں گرہیں پڑ رہی تھیں۔ ہمت مجتمع کر کے بمشکل کھڑی ہوئی اور ریت کو دھکیلتے ہوئے قدم آگے کی طرف بڑھائے۔

جیسے جیسے فاصلہ کم ہو رہا تھا، ہمت بڑھ رہی تھی لیکن جب قریب پہنچی تو رونا آگیا۔ جھونپڑی اور درخت کے چاروں طرف چالیس پچاس قدموں تک کانٹے دار جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں، گزرنے کا راستہ نہیں تھا۔ پیاس سے پہلے ہی بے حال تھی، کانٹوں سے گزرنے کی ہمت کہاں سے لاتی؟ لیکن موت سر پر تھی اور پانی کی تلاش میں آگے جانے کے سوا چارہ نہ تھا۔ کانٹے ہٹا کر جگہ بنانے کی کوشش کی اور ہاتھ پیروں کو زخمی کرتے ہوئے جھونپڑی کی طرف دوڑ لگادی۔

نمرہ کی شادی ضد اور انا کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی۔ وہ بچے کے ساتھ گھر واپس آگئی تھی۔ بھائی نے اس کے لئے گھر بیٹھے آن لائن ملازمت کا بندوبست کر دیا تھا۔ اپنا گھر برباد کر کے بھابی کا آباد گھر ایک آنکھ نہ بھاتا۔ کبھی بے اولادی کا طعنہ دیتی اور کبھی گھر والوں کے کان بھرتی۔

رات کو موقع دیکھ کر بھائی سے کہا، بچے پالنا اس قدر مشکل ہے کہ آدمی کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا۔ سارا دن ان کے پیچھے بھاگنا پڑتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ بھابی کے پاس ایسی کوئی ذمہ داری نہیں پھر کھانا وقت پر کیوں نہیں پکتا؟

جواد بولا، کچھ لوگ آہستہ آہستہ کام کرتے ہیں۔ رضیہ تم سب کا خیال رکھتی ہے۔ بس کبھی اونچ نیچ ہو جاتی ہے۔

پتہ نہیں آج کل کی مائیں بیٹیوں کو گھرداری کیوں نہیں سکھاتیں۔ کھانا پکانا کوئی بڑا کام ہے کہ وقت پر نہ ہو سکے؟

جواد نے جواب نہیں دیا۔

بھائی! آپ کو نہیں لگتا کہ اگر بندہ بہتر طریقے سے ذمہ داری انجام دے تو قدرت اسی مناسبت سے ذمہ داریاں سونپتی ہے؟

جواد نے نمرہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا، میں سمجھا نہیں، کیا کہنا چاہتی ہو؟

دیکھیں نا، کھانا اس سے وقت پر پکتا نہیں، بچے کیا خاک سنبھالے گی۔

جواد پہلو بدلتے ہوئے بولا، اولاد صریحاً اللہ کا معاملہ ہے۔ جو لوگ غیر ذمہ دار ہوتے ہیں، اللہ ان کو بھی اس نعمت سے نوازتا ہے۔

بہن کی بات سن کر دماغ بوجھل ہو گیا تھا۔ اسے رضیہ پر غصہ آنے لگا۔ ریموٹ صوفے پر چھوڑ کر کمرے میں چلا گیا۔

نمرہ نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

پھر وہی صحرا تھا، پیاس تھی اور وہ۔

جھونپڑی میں داخل ہوئی تو دسترخوان بچھا ہوا تھا جس پر جگ اور پلیٹیں تھیں۔ جگ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اندر پانی کی جگہ خون دیکھ کر ابکائی آ گئی۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹی تو نظر پلیٹوں میں رکھی بوٹیوں کی طرف گئی۔ جھونپڑی میں چولہا تھا نہ آگ — یہ سب کہاں سے آیا؟

پانی نہ سہی، بوٹی بھی غنیمت ہے۔ یہ سوچ کر پلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو بوٹیوں سے جانی پہچانی بو آئی — ہاتھ سن ہو گئے۔

> **لمحۂ فکریہ**
>
> کسی دانشور کا قول ہے کہ سانپ کا زہر کینچلی میں اور بچھو کا ڈم میں ہوتا ہے۔ بھڑ کا زہر ڈنک میں اور پاگل کتّے کا زبان میں ہوتا ہے۔ آدمی واحد حیوان ہے جو اپنا زہر دل میں رکھتا ہے۔

وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹی اور زخموں کی پروانہ کرتے ہوئے دوڑتی ہوئی ایک مرتبہ پھر کانٹوں سے گزر کر صحرا میں کھو گئی اور آنکھ کھل گئی۔

جسم پر کپکپی طاری تھی، دل کی دھڑکن تیز اور ماتھا پسینے سے شرابور تھا۔ تین چار راتوں سے ایک ہی کیفیت اور منظر خواب میں گردش کر رہا تھا اور آج جھونپڑی کے اندر کا منظر باہر صحرا سے زیادہ خوفناک تھا۔

ٹی وی اب تک چل رہا تھا۔ سماجی برائیوں سے متعلق پروگرام نشر ہو رہا تھا اور اسکرین پر ایک جانب سلائیڈ پر یہ آیت لکھی تھی،

> "اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے؟" (الحجرات : ۱۲)

نیرّ اعظم

Mud Bath

مٹی میں جسم کی افزائش و زیبائش کے بہت سے فارمولے ہیں۔ اس پر ننگے پیر چلیں تو اپنی مقناطیسی لہریں منتقل کرتی ہے اور ذہن و جسم کی تھکن کھینچ کر اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔

کیچڑ کا نام سنتے ہی ذہن میں ایسی شے کا تصور ابھرتا ہے جو جراثیم کی آماج گاہ ہو اور جراثیم کے بارے میں بہت سے لوگ صرف اتنا جانتے ہیں کہ ان کی وجہ پیدائش تعفن ہے۔

آپ کے لئے یہ معلومات دلچسپ ہوں گی کہ ہر زمانے میں ایسے لوگ رہے ہیں جنہوں نے کیچڑ سے طبی فوائد حاصل کئے ہیں۔ جب زمانہ گزرتا ہے اور تحقیق و تلاش آگے بڑھتی ہے تو تصورات بدلتے ہیں اور لوگ ان چیزوں کو قبول کر لیتے ہیں جن سے عمومی طور پر کسی زمانے میں فاصلہ رکھا گیا۔

ایک وقت تھا کہ کیچڑ میں بیٹھنا پسند نہیں کیا جاتا تھا مگر آج Mud mask کے نام پر رنگ نکھارنے اور جلد کی بعض بیماریوں سے نجات کے لئے کیچڑ سے استفادہ کیا جارہا ہے۔

کیچڑ گیلی مٹی کو کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ مٹی جس میں تعفن نمایاں ہو جائے، کیچڑ کہلاتی ہے۔ اس میں لیس دار مادہ یا چکنائیت غالب ہوتی ہے۔ کسی سے کہیں کہ منہ پر کیچڑ مل لو تو وہ برا مناتا ہے اور اظہار لڑائی کے ذریعے کر سکتا ہے لیکن امن و امان میں خلل کا اندیشہ تب ختم ہوتا ہے جب آپ یہی بات دوسری زبان میں کہتے ہیں کہ بھائی صاحب یا بہن صاحبہ! مڈ ماسک لگالیں۔ اب کیچڑ خاص و عام کے لئے قابلِ قبول ہے۔

مڈ ماسک کے کئی فوائد ہیں۔

- جلد کے مردہ خلیات کو ہٹاتا ہے۔
- جلد کو گرد اور آلودگی سے صاف کرتا ہے۔
- چہرے کو تازگی بخشتا ہے۔
- زائد تیل کی پیدائش میں رکاوٹ ہے۔
- کیل مہاسے، دھبے، پھنسیوں سے بچاتا ہے۔

آدمی مٹی سے پیدا ہوتا ہے، مٹی کھاتا ہے اور مٹی میں چھپ جاتا ہے۔ اس مٹی میں جسم کی افزائش وزیبائش کے بہت سے فارمولے ہیں۔ اس پر ننگے پیر چلیں تو اپنی مقناطیسی لہریں منتقل کرتی ہے اور ذہن و جسم کی تھکن کھینچ کر اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ مٹی کی خاصیت دیکھیں کہ اس میں کششِ ثقل بھی موجود ہے مگر اس پر برہنہ پا چلنے والے جانتے ہیں کہ یہ وزن کو بے وزن کر دیتی ہے۔ جس چیز کو عمومی طور پر ثقل اور تعفن سے منسوب کیا جاتا ہے، اس کے اندر وزن کو بے وزن کرنے کی صلاحیت کیا ہے؟

قرآن کریم میں مٹی کے دو رخ کا ذکر ہے۔

مٹی کے پابند اور آزاد رخ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

"ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا۔" (الحجر: ۲۶)

"تم دیکھتے ہو اور قیاس کرتے ہو کہ پہاڑ جمے ہوئے ہیں، یہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔"

(النمل: ۸۸)

2009ء میں ورلڈ فورم ایونٹ کے موقع پر نیپال کی بشنو بھٹا اور آسٹریلوی باشندے گلین مک اولیف نے لوگوں کو مٹی سے قریب اور زمین سے رشتہ مضبوط کرنے کے لئے کچھ تجاویز پیش کیں جن کو بین الاقوامی سطح پر پسند کیا گیا۔ نتیجے میں ہر سال 29 جون کو International Mud Day منانے کا فیصلہ ہوا۔ اس دن لوگ خود پر کیچڑ کا لیپ کرتے ہیں، اس میں بیٹھتے ہیں اور زمین سے رشتے کو محسوس کرتے ہیں۔ اس کا مقصد یکجہتی کو فروغ دے کر یہ پیغام دینا ہے کہ کیچڑ یعنی زمین جب ہمیں سمیٹ لیتی ہے تو رنگ باقی رہتا ہے نہ نسل اور نہ کچھ اور — ہم یک رنگ ہو کر زمین کے ہم رنگ ہو جاتے ہیں۔

رنگ کا تعلق طرزِ فکر سے ہے۔ جب تک طرزِ فکر راسخ نہیں ہوتی کہ ہم سب مٹی سے بنے ہیں، ابا آدم اور اماں حوّا کی اولاد ہیں اور اس رشتے سے آپس میں بہن بھائی ہیں — زمین پر رنگ و نسل اور زبان کی تفریق موجود رہے گی۔

"دیکھو کپڑے میلے نہ ہو جائیں۔" یہ جملہ ہر اس گھر میں بولا جاتا ہے جہاں بچے ہوں اور اس کی وجہ سے بچوں کو مٹی میں کھیلنے سے روکا جاتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق مٹی میں کھیلنے سے بچے کئی قسم کی خارش (الرجی) اور بیماریوں سے

محفوظ رہتے ہیں۔ مٹی میں ایسے مفید جراثیم ہیں جو صحت کے لئے اچھے ہیں اور قوت مدافعت میں اضافہ کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں مٹی میں کھیلنے سے بچے ڈپریشن اور خوف سے دور رہتے ہیں۔ اب ماں باپ کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ اپنی نگرانی میں بچوں کو مٹی (خاص طور پر گیلی مٹی یعنی کیچڑ) میں کھیلنے دیں۔ ماہرین کہتے ہیں کہ جن بچوں کو موبائل فون کی عادت ہے، انہیں مٹی میں کھیلنے کی طرف راغب کرنا چاہئے تاکہ ماحول سے ربط پیدا ہو اور ذہن کو فطرت میں دور کرنے والی توانائی ملے۔

2009ء میں ایک تجربہ کیا گیا۔ وہ بچے جن کی یکسوئی بہت کم تھی، انہوں نے پارک میں 20 منٹ چہل قدمی کی جس سے ذہنی صحت میں بہتری آئی۔ ان کے مقابل ان بچوں میں چہل قدمی کے نتائج کم تھے جنہوں نے فٹ پاتھ، سخت یا پتھریلی زمین پر چہل قدمی کی۔ اس تحقیق کے بعد ماہرین نے بتایا کہ ADHD* کے حامل بچوں کو فطرت سے قریب کرکے ان کے رویے میں بہتری پیدا کی جاسکتی ہے۔

انفرادی و اجتماعی تجربات بتاتے ہیں کہ کھیتوں اور باڑوں میں رہنے والوں میں دمہ، الرجی یا مدافعتی نظام کی بیماریوں سے بچنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ وجہ وہ "دوست" جراثیم ہیں جو ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ جوڑوں کی بیماری میں بھی ان جراثیم سے افاقہ ہوتا ہے۔

بعض ڈے کیئر مراکز اور اسکولوں میں کھلی جگہ پر چہل قدمی، مٹی کے گھروندے اور اشیا بنانے کے ساتھ بچوں کو گیلی مٹی میں کھیلنے جیسی صحت افزا سرگرمیاں فراہم کی جاتی ہیں۔

انٹارکٹک کے ایک ملک لتھوینیا میں سینکڑوں سال سے جوڑوں کے درد کا علاج گرم کیچڑ اور نمک کے غسل سے ہوتا تھا۔ علاج کی افادیت کو جانچنے کے لئے گٹھیا کے 92 مریضوں کو تین گروہوں میں تقسیم کرکے تحقیق کی گئی۔ ایک گروپ کو فزیوتھراپی کے علاوہ کوئی علاج نہیں دیا گیا۔ دوسرے گروپ کو 36 سے 46 ڈگری سینٹی گریڈ تک گرم کیچڑ کا گولا بناکر ہر تیسرے دن 20 منٹ تک اس میں رکھا گیا۔ تیسرے گروپ کو نیم گرم نمکین پانی کے ٹب میں تین دن میں ایک مرتبہ 15 منٹ تک بٹھایا گیا۔

جن افراد کا علاج کیچڑ اور نیم گرم پانی سے

---

* ADHD (Attention- Deficit Hyperactivity Disorder)

کیا گیا، ان میں نمایاں فرق آیا اور اثرات ایک سال تک رہے۔ اس سال معمول کی فزیو تھراپی کے علاوہ انہیں اور کوئی علاج نہیں کرنا پڑا۔

واضح رہے کہ کیچڑ سے مراد نکاسیِ آب سے آلودہ مٹی نہیں بلکہ گیلی مٹی ہے۔

کیچڑ (Mud Bath) سے نہانے کے رجحان میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ اٹلی میں امراضِ جلد کے ماہر ڈاکٹر ڈیوڈ ہاروے کے مطابق مڈ باتھ کا استعمال زمانہ قدیم سے ہے۔ اس کے ذریعے ٹینشن اور جوڑوں کے امراض (آرتھرائٹس) وغیرہ سے نجات ملتی تھی۔ کچھ لوگ سکون کے لئے مڈ باتھ استعمال کرتے تھے۔

ڈاکٹر ڈیوڈ ہاروے کا کہنا ہے کہ بارش کے بعد گیلی مٹی سے بننے والے کیچڑ میں معدنیات، آتش فشانی راکھ اور کچھ دیگر چیزوں کے ساتھ گرم پانی کی آمیزش، مڈ باتھ کے لئے درکار خاص کیچڑ بن جاتا ہے اور سپا* (Spa) میں استعمال ہوتا ہے۔

سپا میں گرم کیچڑ کے استعمال کو مڈ تھراپی کا نام دیا گیا ہے۔ یہ کیچڑ گھر میں بھی تیار کیا جا سکتا ہے مگر ڈاکٹر ہاروے کہتے ہیں کہ گھریلو کیچڑ کے استعمال سے پہلے معالج سے مشورہ بہتر ہے۔

2014ء میں عالمی جرنل برائے بایو میٹریولوجی میں ایک تحقیقی مقالہ شائع ہوا جو گھٹنوں کے درد میں کیچڑ کے استعمال کے فوائد پر مبنی تھا۔ اس کے مطابق اگر گھٹنوں کے درد میں دیگر علاج کے ساتھ مڈ تھراپی کی جائے تو بہت مفید ہے۔ مقالے میں بتایا گیا کہ وہ مریض جو دوا استعمال نہیں کر سکتے، مڈ تھراپی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں تاہم ماہرین نے اعتراف کیا کہ مڈ تھراپی کے فوائد کی وجہ ابھی ان کی سمجھ میں نہیں آئی مگر فوائد سے انکار ممکن نہیں۔

سنگھاڑا — کچھ لوگ اسے پھل اور کچھ سبزی کہتے ہیں۔ ہر دو صورت میں یہ کھانے کے کام آتا ہے اور صحت کے لئے بہت مفید ہے۔ اس میں موجود پوٹاشیم امراضِ قلب اور بلند فشارِ خون (High Blood Pressure) سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ بہترین اینٹی آکسیڈنٹ ہونے کی

* سپا (گرم پانی کا حمام یا وہ جگہ جہاں معدنیات سے بھرپور چشمے کے پانی سے طبی فوائد کے حصول کے لئے مساج اور غسل کیا جاتا ہے۔)

وجہ سے کئی بیماریوں کو ہم سے دور رکھتا ہے۔

سنگھاڑا — کیچڑ میں پیدا ہوتا ہے۔

کیچڑ کا دوسرا تحفہ کنول کا پھول ہے۔ جاذب نظر، حسین اور پُرکشش۔ اس میں ایسے کیمیائی مادے ہیں جو سوجن، بیکٹیریا اور خون میں مٹھاس کی مقدار کم کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ جِلد، جگر اور دماغ کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

کیچڑ کا پھول — کنول، حسین پھولوں میں شمار ہوتا ہے۔ نثر و سخن میں اس کے چرچے ہیں۔

؎ اب آ گیا ہے جہاں میں تو مسکراتا جا
چمن کے پھول دلوں کے کنول کھلاتا جا

؎ بھلے لگتے ہیں اسکولوں کی یونیفارم میں بچے
کنول کے پھول سے جیسے بھرا تالاب رہتا ہے

کیچڑ یا گیلی مٹی اور اس سے بننے والی اشیا میں نوعِ آدم کے لئے فوائد ہیں۔ دیگر ادویہ کی طرح اس کو استعمال کرنے کے لئے بھی سمجھ بوجھ چاہئے۔ کوئی چیز کتنی اچھی کیوں نہ ہو، ضرورت سے زیادہ استعمال کی جائے تو نقصان دہ ثابت ہوتی ہے لہٰذا کسی ماہر کی زیر نگرانی استفادہ کیا جائے تو بہتر ہے۔

م ٹ ی

مٹی چار بنیادی عناصر میں سے ایک ہے۔ جس زمین پر ہم آباد ہیں، وہاں ہر شے کا لباس مٹی سے بنا ہے اور اسی میں چھپ جاتا ہے۔ فطری عنصر کی وجہ سے خوب صورتی اور صحت کے لئے مٹی سے استفادہ ایک قدرتی طریقِ علاج ہے۔ جسم میں جن عناصر کی کمی ہوتی ہے، مٹی میں موجود مقداروں کی تاثیر سے وہ پوری ہو جاتی ہیں۔ مٹی سے طریقِ علاج میں ایک Mud Bath ہے جو معلوم تاریخ کے مطابق ہزاروں سال سے رائج ہے۔ محقق کہتے ہیں کہ جب نوعِ آدم نے نہروں اور دریاؤں کے قریب رہائش اختیار کی تو انہیں گیلی مٹی اور گرم پانی کے شفائی اثرات کا علم ہوا۔

قدیم مصر میں خوب صورتی کے لئے خواتین بھاپ کے بھپارے لیتی تھیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ملکہ قلوپطرہ جِلد کی تازگی و چمک کو برقرار رکھنے کے لئے بحیرہ مردار سے لائی گئی کیچڑ استعمال کرتی تھی۔ قدیم زمانوں میں صحت کے لئے ہربل باتھ کے ساتھ mud استعمال کی جاتی تھی۔ گرم پانی کے حوض کے قریب باغات لگائے جاتے تھے تاکہ پانی اور سبزہ دونوں سے توانائی ملتی رہے۔

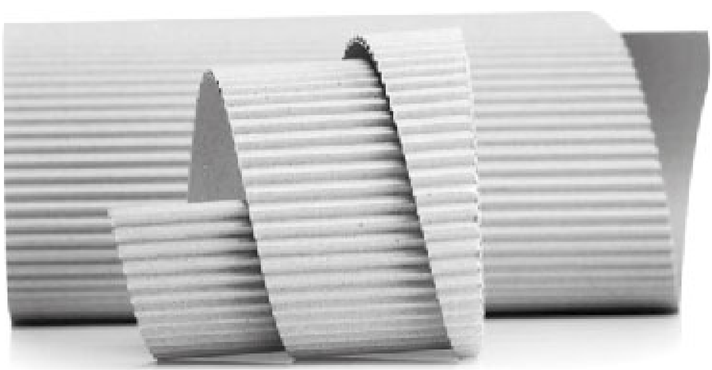

Manufacturer of
Liner & Floating Paper

PRIME PACK INDUSTRIES

C-21, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381

خواب تعبیر اور مشورہ

کتاب

ت۔ف، کراچی: بزرگ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئی۔ اپنی بنائی ہوئی چیزیں دکھائیں جیسے آئل، کریم وغیرہ۔ انہوں نے ایک ڈبے پر ہاتھ رکھا۔ اس میں کریم تھی۔ میں نے کہا کہ یہ ابھی پورا نہیں بھرا۔ اچانک ڈھکن کھلنے کی آواز آئی۔ مجھے ایسا لگا کہ یہ ٹوٹ جائے گا۔ بزرگ میری بنائی ہوئی چیزیں دیکھ کر خوش ہوئے اور مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد پاس رکھی تھیلی سے پانچ ہزار کا نوٹ یا چھ ہزار روپے مجھے دیئے۔ میں نے تکلف کیا مگر ان کے اصرار پر پیسے رکھ لئے۔ انہوں نے جو کچھ سمجھایا، وہ یاد نہیں رہا۔ ان کی بات ختم ہوئی تو میں نے عرض کیا، اگر ایسا ہوا تو میں بہت روؤں گی۔ انہوں نے فرمایا، تو کیا ہوا؟ کوئی بات نہیں۔

منظر تبدیل ہوا۔ دیکھا کہ میں اپنے گھر میں ہوں جہاں والدہ نے بزرگ سے ملاقات کے بارے میں پوچھا۔ نانی بھی موجود ہیں۔ اسکول کے زمانے کی ایک سہیلی کمرے میں چہل قدمی کر رہی ہے۔ حیرت ہوئی کہ یہ یہاں کیا کر رہی ہے اور اتنی دبلی کیسے ہو گئی ہے؟ اس کا قد کیسے چھوٹا ہو گیا؟ میرے خیالات سن کر نانی نے کہا، اس کے بال دیکھو کتنے گھنے اور چمکدار ہیں۔

تعبیر: ذہن زندگی سے متعلق پوری کتاب ہے — ابتدا، انتہا اور ظاہر کا غیب ہونا ہے۔ اس تحریر کو غور سے پڑھیے، انشاء اللہ معنی و مفہوم ظاہر ہوں گے۔

ہیٹر

محمد اشرف، کراچی: ایک کلاس میں موجود ہوں۔ وہاں کچھ مرحومین بھی ہیں۔ ایک باوقار اور بارعب شخص کو بھی بیٹھے دیکھا۔ نظر طلبا کی میزوں پر گئی تو دیکھا کہ ایک میز پر کتاب "خاتم النبیین محمد رسول اللہؐ، جلد اول" رکھی ہوئی ہے یعنی یہ سیرت طیبہؐ کی کلاس تھی۔ پھر دیکھا

کہ میں اپنی پنڈلی کا جائزہ لے رہا ہوں جہاں گوشت کے دو چپٹے لوتھڑے چپکے ہوئے ہیں جیسے اندر سے باہر آگئے ہوں۔ اس کے بعد ایک وکیل دوست کے ساتھ کسی کمرے میں بیٹھا ہوں جہاں گیس کا ہیٹر چل رہا ہے۔ دوست نے سگریٹ سلگانے کے لئے ہیٹر تیز کیا۔ کچھ دیر بعد ہیٹر خود بخود تیز ہو گیا اور آگ کی لپٹیں باہر آنے لگیں۔ جان بچانے کے لئے فوراً کمرے سے باہر نکلا۔ کچھ دیر میں آگ کم ہو گئی۔

تعبیر: ہائی بلڈ پریشر کی علامات ہیں۔ ڈاکٹر سے پورا چیک اپ کروائیے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مکمل صحت عطا فرمائے، آمین۔

نفسا نفسی

محمد یاسین، اوکاڑہ: ایک ترقی یافتہ شہر میں ہوں جہاں بڑی بڑی عمارتیں اور فیکٹریاں ہیں۔ افواہ اڑی کہ قیامت آ رہی ہے جب کہ بظاہر کوئی آثار نہیں اور حالات ٹھیک ہیں۔ اچانک سیاہ دھواں اٹھنے لگا۔ لوگوں کے ساتھ میں بھی افراتفری کے عالم میں بھاگ رہا ہوں۔ اگلے لمحے خود کو شہر سے باہر دیکھا مگر ساتھ کوئی نہیں تھا۔ افسوس ہوا کہ ایسی بھی کیا نفسا نفسی کہ میں اکیلا آ گیا۔ کسی کی آواز آئی کہ ریسکیو والے دھوئیں پر قابو پا کر اس کے اثر کو زائل کر رہے ہیں لیکن میں وہاں نہیں رکا۔ خود کو دوبارہ شہر میں دیکھا۔ ہر طرف چیزیں بکھری ہوئی ہیں۔ ایک جگہ مالیاتی اداروں کی اشیا نظر آئیں۔ خیال آیا کہ ان کی رقم اگر کسی کے ہاتھ لگ گئی تو؟

تعبیر: الجھے ہوئے خیالات کی فلم ہے۔ پانچ وقت نماز کی پابندی کیجئے۔ سونے سے پہلے درود شریف کا ورد کیجئے اور چلتے پھرتے وضو بے وضو یاحی یاقیوم کا ورد کیجئے۔

نمک

عافیہ رحمٰن، کوٹ اڈو: خواب میں خوفناک شکلیں نظر آتی ہیں۔ گو کہ میں جانتی ہوں یہ حقیقی نہیں مگر پھر بھی خوف کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ جسم مفلوج محسوس ہوتا ہے۔ ایک دفعہ یہ بھی دیکھا کہ ہم کہیں جا رہے ہیں۔ ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کرتے ہوئے خیال آیا کہ چھوٹی بہن گھر میں ہے۔ بہن کو لینے اندر گئی تو باقی لوگ چلے گئے۔ گھر کا مرکزی دروازہ بند کر کے ڈر کی وجہ سے اندر بیٹھ گئی مگر دروازہ خود بخود کھل گیا۔ جب اندر والا دروازہ بند کیا تو کوئی چیز نظر آئی۔ نیند کے دوران اکثر سانس رکنے لگتا ہے اور گھر والے مجھے جگاتے ہیں۔

تعبیر: خواب کی قسمیں ہیں۔ خواب کا جب تذکرہ ہوتا ہے تو خواب کے عام طور پر دو رخ بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ رویائے صادقہ ۲۔ رویائے کاذبہ

خوابوں میں ایسے خواب بھی ہوتے ہیں جن میں الوژن (فریبِ نظر) زیادہ ہوتا ہے۔ ایسے خوابوں میں فکرمندی ہوتی ہے۔ آدمی مقداروں پر قائم ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے والی خاتون کے خون میں نمک کی زیادتی ہے۔ علاج یہ ہے کہ نمکین چیزیں کم سے کم استعمال کیجئے۔ رات کو سونے سے پہلے اور جاگنے کے بعد ایک ایک چمچہ شہد استعمال کیجئے۔

غور و فکر

نور جہاں: دو خواتین کہتی ہیں کہ میت میں جانا ہے۔ میرے پوچھنے پر ایک ایسے جاننے والے کا نام لیا جن کا آٹھ سال پہلے انتقال ہو چکا ہے۔ دونوں خواتین نے کہا کہ میرا جانا ضروری ہے۔ جنازے کے لئے جا رہی تھی کہ دیکھا ایک بڑا بلّا پیر کے نچلے حصے میں گھسا ہوا ہے۔ مشکل سے وہ نکلا تو ایک اور بلّا ران میں گھس گیا جو کوشش کے باوجود نہیں نکلا۔

تعبیر: خواب الجھے ہوئے خیالات اور اس دنیا سے رخصت ہونے والے بزرگ کی یاد ہے۔ اس طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ خواب دیکھنے والی صاحبہ کا ذہن یکسو نہیں رہتا۔ ہر وقت باوضو رہیں، قرآن کریم ترجمے کے ساتھ پڑھیں اور جو پڑھا ہے، اس پر دن بھر غور کریں اور رات کو سونے سے پہلے تفکر ڈائری میں لکھیں۔

جھونپڑی

احمد نواز، اٹک: دو دریاؤں کے اوپر ایک پل ہے جس کے ابتدائی حصے پر میری جھونپڑی ہے۔ دریا ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہونے کے باوجود مختلف سمتوں میں بہہ رہے ہیں۔ ایک مشرق سے مغرب کی طرف اور دوسرا مغرب سے مشرق کی طرف۔ اچانک ان میں پانی کی سطح بلند ہونے لگی یہاں تک کہ پانی آخری حد کو چھونے لگا۔ مشرق سے مغرب بہنے والے دریا میں آٹھ سپاہی پھنس گئے۔ وہ بہاؤ کے ساتھ تیرتے ہوئے ایک جزیرے پر اترے۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر دریاؤں کا پانی چار فٹ مزید اونچا ہو گیا تو پل کو بہا لے جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی مٹیالے پانی کا چھینٹا بستر کی

طرف آیا اور چند قطرے بستر پر گرے۔

تعبیر: خواب کی تعبیر اچھی ہے۔ تصورِ شیخ کا مراقبہ اور چلتے پھرتے وضو بے وضو یاحی یا قیوم کا ورد کیجئے۔۔۔اس سبق کے علاوہ کوئی وظیفہ نہ پڑھئے۔ پانچ وقت نماز کی پابندی رکھئے۔

غیر حاضر

(م۔ش): خواب میں ایک عظیم بزرگ کی زیارت نصیب ہوئی۔ وہ کرسی پر تشریف فرما ہیں۔ ان کے ساتھ دو افراد ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔ بہت ادب سے سلام کیا تو بزرگ نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا۔ یہ خواب اتنا واضح یاد ہے کہ جیسے بیداری کا کوئی واقعہ۔ مگر اس کے باوجود جو کچھ بزرگ نے فرمایا، اس میں سے ایک بات بھی یاد نہیں رہی۔

تعبیر: بچہ اسکول میں پڑھتا ہے مگر ہوم ورک نہیں کرتا اور دماغ بھی غیر حاضر رہتا ہے۔ آپ بتایئے وہ کیا پڑھے گا؟

کھل بند دروازے

انجم، کراچی: ایک رشتہ دار کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دوسرے کمرے میں داخل ہوئی جہاں شوہر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کمرے میں الماریوں کے دروازے خود بخود کھل بند ہوئے پھر ایسا بار بار ہونے لگا۔ شوہر کو متوجہ کیا کہ دروازے خود بخود کھل بند ہو رہے ہیں۔ تو اسی بھی وہاں ہے۔ شوہر کو دوبارہ آواز دی لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔ ایسا لگا وہ کچھ پڑھ رہے ہیں۔

تعبیر: ذہن میں شکوک و شبہات اور وسوسے ہیں جن کی لاشعور نے خواب میں نشاندہی کی ہے۔ غیر ضروری باتوں اور ایسی محفل میں بیٹھنے سے اجتناب کیجئے جہاں وسوسوں اور بے یقینی کا ذکر ہوتا ہے۔ نماز کی پابندی اور ترجمے کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کیجئے اور ذہن کو اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر میں مشغول رکھئے۔ انشاء اللہ ایسے خواب نظر آنا بند ہو جائیں گے۔

بھوت

نوشابہ ادریس، لاہور: دیکھا کہ جسم اچانک اکڑ گیا ہے۔ خالہ سے کہا کہ میرا ہاتھ دبایئے، اس میں حرکت نہیں ہے۔ محسوس ہوا کہ کوئی جن میرے جسم میں داخل ہو گیا ہے۔ پیچھے دیکھنا چاہا مگر گردن نہیں گھومی۔

تعبیر: خوابوں کی ایک قسم رویائے کاذبہ ہے جس میں خیالات مختلف شکلوں میں نظر آتے

ہیں۔ ایسے خواب دیکھنے کے بعد استغفار پڑھنا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ خواب جن بھوت کے قصوں کو اہمیت دیتی ہیں۔ کثرت سے یاحی یاقیوم کا ورد کیجئے اور جب منفی خیالات آئیں تو الٹی طرف منہ کر کے تھتکار دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خیریت کے ساتھ رکھے، آمین۔

خیالات کا ہجوم

رحمت علی، چارسدہ: ایک صاحبِ خدمت کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ دیگر لوگ بھی ان کے بارے میں معلوم کرتے ہوئے وہاں آئے۔ میں نے راہ نمائی کی اور بتایا کہ صاحبِ خدمت کہاں تشریف فرما ہیں۔ یہ بتا کر خود اس جانب چلا گیا۔ دیکھا کہ چند جاننے والے لوگ ان سے تیز آواز میں بات کر رہے ہیں جب کہ وہ دھیمے لہجے میں سمجھا رہے ہیں۔ اگلے منظر میں دیکھا کہ صاحبِ خدمت خیالات کو لکھنے کے متعلق کچھ ہدایات دے رہے ہیں۔ میں بھی لکھنا چاہتا ہوں لیکن قلم موجود نہیں۔ کسی سے قلم لینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، بعد میں لکھ لینا۔ انہوں نے کچھ چیزوں سے پرہیز کرنے

ماہنامہ قلندر شعور فروری 2023ء

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر

پورا نام:.................... والدہ صاحبہ کا نام: ....

پورا پتہ:..

ازدواجی حیثیت:.............. وزن (تقریباً): ....آنکھوں کا رنگ..............

نیند کیسی آتی ہے:.............. بلڈ پریشر (نارمل / ہائی / لو):.............. تاریخ پیدائش:..............

میٹھا پسند ہے یا نمکین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں؟..............فون نمبر..............

خدانخواستہ دماغی، نفسیاتی مرض اور وہم کے مرض میں مبتلا ہوں تو ضرور لکھیں: ہاں / نہیں

مختصر حالات : ....

....

کا کہا جو میں نے گھر آکر امی کو بھی بتایا۔ یہ بھی دیکھا کہ کچھ مہمانوں کو میری شادی کے بارے میں اعتراضات تھے۔

تعبیر: رویائے صادقہ کے علاوہ خواب کسی نہ کسی بیماری کی علامت اور الجھی ہوئی تصویروں سے متعلق ہوتا ہے۔ کسی شے کی طلب ہو اور اس میں اضافہ ہو جائے تو خواب میں طلب پوری ہوتی ہے اور نہیں بھی ہوتی۔ آپ نے جو خواب دیکھا ہے، اس میں خاندانی معاملات میں الجھن، ایفائے عہد نہ ہونا، اختلافِ رائے اور جائیداد وغیرہ کی تمثیلات ہیں۔ اس کے علاوہ خیالات کا ہجوم اور پرانے واقعات کی تکرار بھی ہے۔

رات کو سونے سے پہلے باوضو ہو کر سیرتِ طیبہؐ کا باقاعدگی سے مطالعہ کیجئے اور جو کچھ پڑھا ہے، اس پر غور و فکر کرتے ہوئے سو جایئے۔ صبح فجر کی نماز پڑھ کر نیلی روشنی کا مراقبہ کیجئے۔

ماریہ ندیم۔ اسلام آباد، تعبیر: خواب مبارک ہے۔ حسبِ استطاعت صدقہ خیرات کیجئے۔

روحانی آدمی

مراقبہ کے ذریعے انسان عالمِ ظاہر کی طرح عالمِ باطن کی دنیا سے روشناس ہوتا ہے۔ جب سالک غیب کی دنیا میں داخل ہوجاتا ہے تو جس طرح وہ عالمِ ناسوت یا اس دنیا میں زندگی گزارتا ہے اور زندگی کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے، اسی طرح وہ غیب کی دنیا میں نظامِ شمسی اور بے شمار افلاک کو دیکھتا ہے، فرشتوں سے متعارف ہوتا ہے، اس کے سامنے وہ تمام حقائق آجاتے ہیں جن حقائق پر یہ کائنات تخلیق ہوئی ہے۔ وہ یہ بھی دیکھ لیتا ہے کہ کائنات کی ساخت میں کس قسم کی روشنیاں برسرِعمل ہیں۔ ان روشنیوں کا منبع (source) کیا ہے۔ یہ روشنیاں کس طرح تخلیق ہو رہی ہیں، افرادِ کائنات میں کس طرح تقسیم ہو رہی ہیں اور روشنیوں کی مقداروں کے ردوبدل سے کائنات کے نقوش کس طرح بن رہے ہیں۔

روحانی آدمی کی آنکھ یہ بھی دیکھ لیتی ہے کہ روشنیوں کا منبع انوار ہیں۔ پھر اس پر وہ تجلی بھی منکشف ہوجاتی ہے جو روشنیوں کو سنبھالنے والے انوار کی اصل ہے۔

i

The Two Sights

One can observe the universe in two methods. While in the first method one limits themselves to seeing the universe in its apparent form, in the other, they observe the universe with the intention of discovering the formulae that are operative within it. When one observes the manifestations in the universe displayed in their apparent form, it is considered an activity performed through their conscious state. On the other hand, when one observes the inner aspect of the universe, they view it through their subconscious state. What is incredible and noteworthy is that the subconscious of every single individual is aware of the shape, form, movements, and inner status of every minute particle in this universe! It is rather unfortunate that one is unable to download the information that is already in their subconscious into their conscious, as they are unaware of the methods of uncovering them. What if one could activate the power of harnessing the untapped knowledge within their subconscious?

Before one attempts to comprehend the subconscious information and understand it as it is without the corruption of interpretation and assumption, one must learn to be neutral. One's mind must surrender the layers of belief systems, opinions, experiences, limited understandings, and genetic hand – down of information that they have accumulated over their lifetime, and come to a state where they can honestly express, "I do not know anything." When one surrenders the "I know," information comes to them without being adulterated, begins to inspire them, and the secrets hidden within the universe reveal themselves upon them. Such people who have surrendered themselves, go on to become self-aware of their status as a soul that is beyond the limitations levied upon the body and mind that it operates through.

Every individual has the ability to comprehend in two ways. In one, a person views everything through the perspective of self. In the other, the individual negates themselves and observes everything and everyone through the eye of neutrality. Needless to say, those who self-negate, observe things in their true form and experience freedom from grief and fear. However, those who view things through their likes and dislikes, remain trapped in the illusion of material life.

us leaves behind every little thing we have accumulated throughout our life. The truth is that, no matter how hard we have tried to accumulate them for ourselves, when the time to leave arrives, we leave resources behind for the world to take over. Why then can we not be gracious, and share these resources while we are still alive in this world? Mankind will never find another species other than its own that eats more than what they want or hoards more than what they need. They all live for the present moment and remain in complete faith that they are provided for in the moments to come. It is only mankind who grips on to lack of faith.

When Amik disappeared into the light, we realise that no matter how we live, when the time comes, we must return, and we disappear into the light. Perhaps if Amik had lived his life sharing and giving all that he had, his grandmother would have witnessed a bright and clear lake instead of the dark and black one that he had left behind in the igloo.

This implies that we choose to leave a legacy that is radiant for future generations to learn from or leave a dark history for them to beware of, and despise. We can live greedy, selfish, and self-centered lives or live a life of giving, sharing, and benevolence.

❁ ❁ ❁

Day and Night

Day and night can be viewed as the transference between the conscious and the subconscious states, or the travel between the various speeds of the consciousness.

The day can also be viewed as birth – our depature from *ghaib* and arriving here, and night as death – our transference back to *ghaib*. An end and a new beginning alternating. Mankind dies in every exhale and births in every inhale till their final transference out of this material world. The day can also be referred to as the place for tests and tribulation. Night on the other hand is a place for the evaluation of the test results and exploring the hidden realms.

The dreams that one has during the night, depict how well we spent our time on the testing ground or through our states of wakefulness. The more one spends their day in alignment with the teachings of the Prophets (PBUT) and friends of God, the more they witness true dreams. The art of bridging the gap in the speeds of consciousness through the day and night is through the practice of *Muraqaba* (meditation). When one learns to be in the state of *Muraqaba* in every wakeful moment, the distinction between day and night disappears.

in it was swimming a school of tiny fish, a large fish, a seal, a walrus, and a whale.

As we contemplate this story, we realise that there are hidden treasures of wisdom within it.

The young boy represents the conscious mind, which is forever entangled in the five senses of hearing, seeing, smelling, touching, and tasting. The conscious mind is so gripped with desire, that it focuses only on fulfilling its needs. The more it achieves, the more it wants. As one begins to accumulate and hoard material assets, their hunger grows to insatiable states, and they amass more wealth and resources around them. The list of their wants, needs, and desires is endless.

The nature of the conscious mind is to think of itself first; just like the boy forgot that the grandmother who fed him was hungry at home, and he ate everything to satiate his own hunger. The conscious is constantly fed by the ego with its insistent whispering, "Oh! But what about your hunger?" Or, "Oh! You poor thing. You are so hungry, eat a little. We will think of the others later." Or, "Oh! You are working so hard, why should you not think of yourself first?"

Is it possible for a boy of ten years to consume a whale? In this same way, mankind does not realise that they accumulate more wealth than they can ever spend in their lifetime. Instead of sharing, and giving back to the world that has given them so much, mankind consumes everything in their way without leaving a morsel for the wayfarers that may travel the path after them. They live only for themselves, weaving a life story of selfishness and self-centeredness.

It is obvious that the greed in a person becomes the cause of their doom. The result of this over-ambitious and greedy pattern of thinking is that one is unable to get back to their powerful subconscious self. The old woman in this story represents our subconscious, which is forever in the service of our ignorant conscious mind and feeds it with good values, and wisdom. The subconscious has all the power and knowledge to combat and deflate our overgrown ego, and guide us back to our soul.

The eye of the needle in this story is the pattern of thinking, and wisdom of the enlightened souls that is capable of giving every sinner a chance at redemption. Fortunate are those whose subconscious is blessed with the wisdom of a *Murshid* (Spiritual Mentor), and *Auliya Allah* (Friends of God). When the subconscious exposes the inflated ego to even a drop of wisdom from these blessed souls and urges the lost consciousness to focus upon it, people are given a second chance in life, just like Amik was given the second chance when he focused on the eye of the needle.

The last part of the story talks about the obvious truth of this illusory physical world and death. At the point of death, each one of

the voice, and put the tiny fish into his mouth, gulping them down all at once.

However, instead of his hunger dying down, it grew more intense, and he started looking for more food. Just then he saw a large fish swimming in the shallow waters near the seashore. He was so happy that he immediately set out to catch it. After a lot of effort, he caught hold of the fish and quickly gulped it down in one go too. His hunger pangs seemed to increase even more now. As a consequence, he walked even faster towards the sea in search of more food.

He saw a seal sleeping peacefully on the shore. Unable to bear the pangs of hunger, he swallowed it whole. Once more, though he expected to be hunger-free, his stomach growled more intensely than before, demanding more food.

He came across an adult walrus, which weighed about a thousand kilograms. The boy managed to lift the walrus in the air and pushed it down his throat. Even with this, he was still hungry, and so he set his eyes upon a whale that was swimming close to the edge of the sea. Racing towards it, he opened his mouth wide and swallowed the entire whale. Amik was totally exhausted and fell back on the seashore to rest for a while. Now that he had eaten so much food, he was thirsty.

Very slowly, he walked up to a freshwater lake close by and drank the water. In no time at all, the lake was completely dry. He felt so full that he was unable to move. He looked at himself and realised that his body had grown to an unimaginable, gigantic size. Empty-handed, exhausted, and scared of his overgrown body, he slowly made his way back to the igloo, only to realise that he was too big to enter the door. He called out to his grandmother who was inside, sewing boots. When she saw the state that he was in, she asked him to try getting in through the chimney.

Amik tried to step in through the chimney but failing to get in, he began to panic. His grandmother brought out her magic needle made out of fish bone, and shouted out, "Amik, focus on the eye of the needle, and walk into the igloo through it." As Amik focused on the eye of the needle, his body began shrinking, and he realised that there was supernatural power in his grandmother's needle. As he entered the eye of the needle and was at the cusp of falling into the igloo, his grandmother warned him aloud, "Be careful, you are falling into the oil lamp." It was too late, Amik fell over the lamp, and there was a loud blast. His grandmother was thrown out of the igloo, and she landed on the soft layer of snow outside.

Upon regaining her senses, she peered inside the igloo. Amik was nowhere to be seen. It was as though he had disappeared into thin air. There was a large, dark lake in the centre of the igloo, and

Greed Devours

The conscious mind is so gripped with desire, that it focuses only on fulfilling its needs. The more it achieves, the more it wants. As one begins to accumulate and hoard material assets, their hunger grows to insatiable states, and they amass more and more wealth and resources around them.

It was a cold day in Alaska. Amik, a young boy of 10 years, and his grandmother lived in an igloo. The igloo looked beautiful, set in the middle of the fresh white snowfall. It was carefully built with stone blocks stacked one on top of the other in a methodic spiral. It looked like they had inverted a huge football after cutting it in half. The home had a small door, window, and a chimney. Both of them lived happily by themselves.

The boy loved to eat. Each day, his grandmother cooked joyfully with the limited resources they had. One day, she noticed that their food reserves were low, and they had to replenish them soon, failing which they could starve. As the intensity of the snowfall had decreased, she called out to her grandson, "Amik, you must find food for us before it snows again. If we do not manage to refill our stocks now, we may get stuck inside our home, and remain hungry until the weather clears up. If I was in the best of my health, I would have accompanied you too. This melting ice will surely make me slip, and the fall can have unpleasant consequences on my old bones."

Amik loved food so much that he did not oppose the idea of stacking food for the days to come, and readily set out to wear his leather boots for the journey. The boots were bright brown with beautifully threaded embroidery. His grandmother was an expert at bootmaking in the village. The embroidery she sewed on them told interesting stories of her 90 years spent on the Alaskan lands. At times she drew creatures that she had seen during her childhood, which had now gone extinct.

"Grandma, hand me the basket and bottle. I will get us some food and fresh water. I will come back by nightfall," Amik said. The old woman was so happy to hear this and did not forget to help him put on an extra coat to keep him warm. Soon, Amik set out in search of food.

As he walked through the snow, he found a small puddle of melted ice. Peering in, he saw a school of tiny fish swimming around. He caught hold of them and placing them in his basket, walked ahead. Just as he had put a few steps forward, a voice within him urged him to eat the fish. "They are tiny, and moreover, you are hungry," it said. Amik heeded the advice of

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا لکے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدین عظیمی

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پُرکشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین و دنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

V

Karkhi (RA) instructed, "Give the money to him."

The man asked, "All of it?"

Hazrat Maroof Karkhi (RA) replied, "Yes!"

Surprised, the man asked him again, "Shall I give all the Dinars to this man?"

Hazrat Maroof Karkhi (RA) asked him, "Did the person not send these Dinars for me?"

The man replied that it was indeed sent for him. Hazrat Maroof (RA) repeated, "Then, I order you to give them all to this man."

Thus, the needy received help.

A student asked Hazrat Maroof Karkhi (RA) to give some advice that could transform his life into a demonstration of absolute devotion to God. Hazrat Maroof Karkhi (RA) replied, "Dread the acts that push you to indulge in the display of arrogance and conceit under the watch of God."

The companions of Hazrat Maroof Karkhi (RA) relate that he often recited a few poetic verses. Three out of them are shared with our dear readers:

Qasim Baghdadi narrates that he was Hazrat Maroof Karkhi's (RA) neighbour. Once, at dawn, he heard him speak. He was reciting the following verses while crying inconsolably:

"Sins that have clung to me do not seem to leave me. What do they want from me? I am old now. If God's special favours are upon me, they cannot harm me."

Ahmad Bin Nasar says that he heard Hazrat Maroof Karkhi (RA) reciting the following verses: *"The death of a pious man is like a life of eternity, whereas, some people, though they appear to be alive, are dead in reality."*

A noble man paid a visit to Hazrat Maroof Karkhi (RA) at his home. He said that the spiritual master recited this couplet to him:

"If you ignore little acts of kindness, how will you be able to commit to the great ones?"

Allama Ibn-e-Jozi, in his compiled book *Manaqib-e-Maroof Karkhi*, mentioned a dream of Hazrat Siri Saqti (RA) after the passing of Hazrat Maroof Karkhi (RA), "After the passing of Hazrat Maroof Karkhi (RA), his spiritual successor Hazrat Siri Saqti (RA) had a dream. He saw Hazrat Maroof Karkhi (RA) lying under the High Throne in a trance as God Almighty asked the angels, 'Who is this person?'

The angels replied, 'O' God! You know better.'

God, the Most Sublime enlightened them, 'This is my bondsman, Karkhi! He is high on My wine cup of cognition. Now, nothing can return him to his senses except for seeing Me before him.'"

one heedless; sleep makes one forgetful, and excessive eating hardens one's heart.

Sheikh Abu Shoaib says that Hazrat Maroof Karkhi (RA) narrated an incident to him. Hazrat Maroof Karkhi (RA) told him, "Once I stayed in a mosque and heard the voice of a woman; she was talking to a sailor. She said, 'I have three sons and I have been out of my house since early this morning. I have nothing but scraps of bread with me. Please take this and take us home.' However, the sailor refused."

"Hearing this, I went to the river bank and took out a small boat to help them. I did not know how to paddle the boat but kept using my hands to move forward. Suddenly, I noticed that the boat was moving on its own. It was being paddled by someone invisible. At last, those who had sought help reached their destination."

Sheikh Fazal Bin Muhammad Raqashi mentions a wonderworking performed by Hazrat Maroof Karkhi (RA). He said that one day, Hazrat Maroof Karkhi (RA) was crying. I asked him the reason for his tears, and he said that people who love had departed from this world. People dealt with matters stingily, kindness had left their hearts, and they no more thought of the world hereafter. He left immediately after saying this and I followed him. He visited the shop of his relative who sold flour. His relative said to him, "Please stay a little longer. Sit here for a while, I will be back soon."

After he left, Hazrat Maroof Karkhi (RA) gave the flour away to the poor, needy, orphans, widows, and the downtrodden. When his relative came back, the flour was distributed. Seeing this, his relative lost his cool and said, "Now, I have nothing because of you!"

When Hazrat Maroof Karkhi (RA) heard this, he left the shop and entered the mosque. His relative then opened a box that was in the shop and found it brimming with Dinars. Seeing this, he went to Hazrat Maroof Karkhi (RA) and said, "Why don't you consider sitting at my shop every day?"

Hazrat Maroof Karkhi (RA) replied, "Neither will these people come every day nor will this wonderworking occur again."

A man once came to Hazrat Maroof Karkhi (RA) and said, "Sir! These Dinars have been sent for you by so and so."

He responded, "Return them!"

The man said, "Sir, I am not going to return them because I am afraid if I do this, a mishap could happen along the way and I could be held responsible for the loss."

Hearing this, Hazrat Maroof Karkhi (RA) instructed him, "All right then, keep them with you for now."

Meanwhile, a needy person came along and Hazrat Maroof

iii

the dog."

Dear Readers! Animals feel hungry just as we humans do. If one is having a meal, while a hungry person, be it an animal, or any other individual sits right in front of them, can they have that meal without sharing?

Friends of God have always been public ambassadors for forbearance and peace among all. Their preaching, actions, walk, and talk reflect the immense love they have nurtured in their hearts.

- Once, Hazrat Maroof Karkhi (RA) was asked about love and he answered, "Love is not something that can be earned; it is a blessing of God that one can have only through the favour of His Grace."
- One day, Hazrat Maroof Karkhi (RA) was eating something with great happiness. People asked him what was so special about the food that he was eating it so passionately. He replied, "I am eating it with great happiness because I perceive myself as a guest of God and therefore, eat everything that He provides me with patience and gratitude."
- Someone requested that Hazrat Maroof Karkhi (RA) pray for him, to which he responded, "If you reach the Court of God, you will never need my prayers."

The person said in response, "I do not know where the Divine Court is. Since you want me to go there, please share the address as well." Hazrat Maroof Karkhi (RA) enlightened him by saying, "Negate yourself! When your *Self* is annihilated, you will know where the Divine Court is."

People from all over the world came to Hazrat Maroof Karkhi (RA) to seek knowledge. He always asked the question, "Are you here for learning or unlearning?" In other words, he asked the person, "Have you come here to become a spiritual student or a *Salik* (spiritual seeker)?" This would always be the first question and this very question would determine the destination of the seeker of knowledge.

A spiritual seeker reaches the stage of self-surrender – or in other words, absolute certitude. A spiritual student, in comparison, strives to acquire that stage; they see, pay heed, struggle, put in the effort, and then, at some point in time, acquire the station of the spiritual seeker.

Hazrat Maroof Karkhi (RA) educated his devotees thus; the material world comprises four factors:

1. Wealth and riches
2. Talking and Speaking
3. Sleeping
4. Eating

Mankind becomes restive and arrogant if wealth and affluence are not used appropriately. Useless and meaningless talk makes

the days to come he would be used to eliminate the darkness that prevailed in the hearts of the people. When his parents could not bear the separation from their son, they decided to affiliate themselves with his thinking, fearing that he may never come back home.

After many years when Hazrat Maroof Karkhi (RA) returned to his home, his mother asked him about the religion he had embraced. He recited the *Kalima Shahadat* and with that, his family embraced Islam too.

Hazrat Maroof Karkhi (RA) stayed in the company of Hazrat Dawood Tai (RA) and enriched himself with the spiritual blessings Hazrat Dawood Tai (RA) bestowed upon him.

Hazrat Maroof Karkhi (RA) treated orphans and homeless children with the utmost affection and love. Whenever he came across such a child, he not only comforted them but also helped them. Besides this being a gesture of mercy, it was also a way of training them.

The child follows exactly what they see their parents and elders practicing at home on a daily basis. When the child is spoken to respectfully, they extend the same respectable salutations during their interaction with others. When they are disrespected at home, they display the same disrespectful demeanor to others.

Similarly, when a spiritual mentor designates something as their life purpose, a spiritual student follows in their footsteps and makes it their life purpose too.

His spiritual student by the name of Hazrat Siri Saqti (RA) narrates an incident with Hazrat Maroof Karkhi (RA),

"It was Eid. Seeing Hazrat Maroof Karkhi (RA) picking dates, I asked him the purpose. He replied, 'I am picking these dates for the orphan sitting right across you. He is sad because, like the other children, he does not have new clothes to wear on Eid. I want to arrange something for him by selling these dates.'"

"I said, 'Why would you bother yourself with this, I will do it.' I took the child with me and bought him new clothes. The light that God blessed me with in return for serving the orphan resulted in an unbelievable transformation of my heart."

The maternal uncle of Hazrat Maroof Karkhi (RA) was the chief inspector of the city. One day, as he passed through the woods, he found his nephew eating something with a dog beside him. He took a bite for himself and then gave the next to the dog.

Seeing this, his uncle reproached him, "Are you not ashamed of yourself for feeding the dog?"

He replied, "Yes, indeed I feel shame. That is why I am feeding

i

Hazrat Maroof Karkhi (RA)

"Dread the acts that push you to indulge in the display of arrogance and conceit under the watch of God."

A spiritual master was sitting on the bank of the river Tigris. A boat passed by, carrying a few young men who were busy partying. Seeing this, those who were accompanying the master submitted to him, "Respected sir, look at them! They are disobeying God in the middle of the waters. Do curse them!"

The spiritual master raised his hands towards the sky, and prayed, "O' my Lord! Keep them happy and joyful in the paradise just as you have kept them happy and joyful in this world."

The devotees of the spiritual master were astonished and asked, "Sir, we requested you curse, instead you prayed for them."

The master politely explained, "If God keeps them happy and joyful in the world hereafter, it means that He will guide them towards repentance and this should not cause you any loss."

This spiritually enlightened man was Sheikh Maroof Karkhi (RA), who led his entire life devoted to loving God and the Last Holy Prophet, Muhammad (PBUH). His name was Maroof, and his teknonym were Abul Hasan and Abu Mahfooz. Since he lived in Karkh, which was in the neighbourhood of Baghdad, he was called *Karkhi* (the resident of Karkh).

Karkh in etymology means a place where society is developed due to the abundant availability of resources of life such as water, etc. It was situated on the outskirts of Baghdad and was later excluded from the walled region of the city due to certain apprehensions of Caliph Mansoor. This place was used to set up various markets and bazaars.

The book titled *Moajjam al-Buldan*, written by an Anatolian scholar, *Yaqut al-Hamawi* – a Muslim historian and a geographist – mentions approximately ten places that are named *Karkh*. This book provides information about these various locations that existed in the fifth and sixth centuries, and the most popular among them was the *Karkh* of Baghdad.

Hazrat Maroof Karkhi's (RA) family followed Christianity. The books of history have documented that when he was admitted to school, he refused to read the lessons given by the teacher. He later left school and reached the doorsteps of Ali Bin Musa Raza (RA).

When his parents became aware of this incident, they were very upset and tried their best to bring him back into their fold. However, the light that their son had entered was meant to benefit him, and in

iii

given in the *Message of the Day* with great focus.

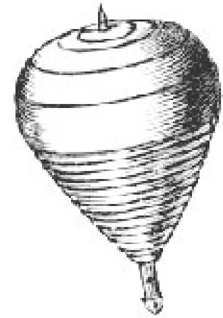

• • ——————— • •

Another example of axial and longitudinal rotation is a spinning top.

Those who have operated one of these toys in their childhood know and those who do not, may try and experience it. A rope is wound around the tip of the top and it is thrown with a specific jerk. The rope remains in one's hand as the top spins on the ground. While spinning, the top does not remain in one place, rather, it moves forward.

The point is that the tip of the top does not travel straight, rather, it is tilted. This tilt creates a circle. To travel in a circle, it is important that the longitudinal movement is tilted, or else the thing in motion does not return to its point of origin. Although this state of rotation is present in every creation, even a person with only general awareness can see this phenomenon clearly when observing a spinning top.

• • ——————— • •

The Earth moves at a certain speed in both axial and longitudinal rotation and the axis of the Earth is slightly tilted towards the north. Due to the tilt, the rotation continues in a circle, and it is due to this that there is a system of day and night on Earth, else there would be no change in seasons, causing a threat to the life that exists on Earth. Be it the life of Earth or that of the creatures that live upon it, they all move forward in a circle. They consistently move in the direction from where they arrived from. If this was not the case, the connection of life with its source would be cut off. It is stated in the Divine Book, the Holy Quran:

"Lo! we are God's and lo! unto Him we are returning."

(Quran, 2:156)

Dearest students you can send in your questions.

May God protect you

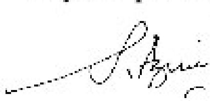

ii

In every mode, life operates on axial and longitudinal rotations. One rotation connects a person to the conscious while the other connects them to the subconscious. Life arrives from the subconscious and becomes apparent in the conscious, in this same way, the axial rotation makes itself apparent in the longitudinal rotation.

It is thought that waves are moving forward, the sun rises in the east and sets in the west, the caravan of clouds is nomadic, the arrows come straight out of the bow, a tree trunk rises upwards, the mountains are erect like triangles, line is straight and the longitudinal movement is dominant in everything.

Sit on the shore and watch the waves with great focus. As the waves move forward, it seems like they are in longitudinal movement, however, they, like a spring, enter a circle one after another and move towards the shore. The circle generates energy in the waves, and this energy increases and decreases – it decreases in a way that a wave moves towards the shore and the circular form becomes subservient, allowing the wave to silently slither back into the sea.

Mountains appear to be triangles or half circles upon the earth. However, the presence of mountains is far greater underground than it is above it. When the inside and outside of a mountain meet, they complete the circle of the mountain.

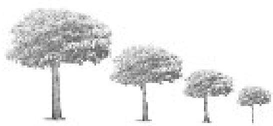

Though the trunk of a tree goes up in a straight line, it is surrounded by a circle. The trunk is circular in shape. If the trunk is chopped in between, then the circles are clearly visible inside. A tree shoots up tall in direct proportion to the number of circles it has. The truth is that the journey of a tree begins with a seed and ends with a seed. A new tree births out of this seed, it flowers, fruits come out of these flowers, and the seed is hidden within the fruit. The last thing that is manifested through a tree is fruit. After a seed opens under the earth, it becomes visible on the outside on earth for the second time when the tree bears fruit. The seed was concealed until the tree bore fruits – a tree is a journey from seed to seed.

Though a line seems straight, on a screen, one can observe the number of circles and dots that are present inside it. The line and all the forms created by these lines are a collection of dots.

What we mean to say is that life is operating on axial and longitudinal rotations. The longitudinal rotation is in fact, the axial rotation, however, due to the point of view that is based on fiction, we have assumed the axial rotation to be longitudinal. To understand this, read the examples

i

Message of the Day

The Earth rotates in its orbit while moving forward in a circular motion. Though moving forward is considered longitudinal movement, travelling in a circular motion is axial rotation. These two angles of rotation are transferred to every creature that is inside, outside, above, and below the earth. The life of the waves of the sea, the clouds floating in the atmosphere, and the creatures of land and water, all move forward in a circle. The axial movement provides energy to life, while the longitudinal movement keeps the cycle of change ongoing. However, the system of rotation is established upon the circle because the energy that is needed to meet the needs of life is fulfilled by the axial rotation.

Example: If the space of a person's lifespan is set at 70 years, they arrive into this world with the energy of 70 years, pass through childhood and adolescence, and then enter into adulthood. That is, the energy of childhood and adolescence is already stored inside them, and they, by using it excessively or sparingly, move towards old age. The stock of energy continues to deplete, and in the end, the needle comes to a standstill at the mark of 70 years. Due to the speed of the vehicle and unnecessary journeys during travel, the petrol (life) is overspent. If one does not drive their car in moderation, the fuel of 70 years can be consumed in 40-50 years.

When we notice childhood to adolescence, adolescence to adulthood, and adulthood to old age, we feel that a child is moving forward, while in reality, their life is moving between 0 and 70. When one completes the circle of life in this world, they are transferred into another world. That is, one comes out of one circle and enters another circle.

It is interesting to note that in a circle, the status of 0 and 70 are the same. The energy of 70 years is stored within 0. When the needle of energy comes back to the point from where it had started, the 70 years become 0 again.

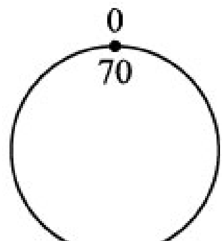

Think with an open mind, what does this mean?

• • ——————— • •

Contents

Message of the Day	K. S. Azeemi	138
Hazrat Maroof Karkhi (RA)	Qurat-ul-ain Wasti	135
Greed Devours	Roshan Sitara	129
The Two Sights	Fahad Rashid	125

"Thoughts that are aligned with the laws of nature, lead to the righteous path and enlightened life."

Vol11 Issue1 | February 2023 | Rajab – Shabaan 1444AH

بسم الله الرحمن الرحيم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu — English)

Patron in Chief

Huzoor Qalandar Baba Auliya [RA]

Chief Editor

Khwaja Shamsuddin Azeemi

Editor

Hakeem Salam Arif

Circulation Manager

Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.110/- Per issue. Annual subscription Rs.1680/- with Reg. Post (Domestic), US$ 70/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

FL 5 & 6, Block B, Gulshan-e-Jamal
Rashid Minhas Road, Karachi.

f: lavishdinerestaurant

Lavish Dine
Restaurant

www.lavishdinerestaurant.com

- Party up to 400 Persons
- Affordable Party Menus
- Buffet
- À la carte

Ph: 021-34570423
Cell: 0333-3538004

SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD

HOSPITALITY IS OUR TRADITION

We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +925822444194-5 Fax No: +925822442587

Email:sangamhotel@hotmail.com

- Domestic/Commercial Independent solar systems
- Solar Powered Street Lights
- Solar Tube well pumps
- Hybrid solution for Telecom sector/BTS towers
- Large Scale Photo Voltaic plants

SOLAR SOLUTIONS

CCTV

COMMERCIAL

RESIDENTIAL

SAMSUNG

alhua TECHNOLOGY

We offer best IT solutions to meet your needs!

Cummins®

Power Generation

DIESEL GENERATORS

GUIDELIGHT™ BUSINESS SOLUTIONS

We Offer Sustainable Solutions...

Jawad Tower, Block-B, 4th Floor, Flat # 6, University Road, Peshawar-Pakistan.**Ph#** 091-5711454

E-mail: info@gbs.com.pk , azeemi.moon@gmail .com **web:** www.gbs.com.pk

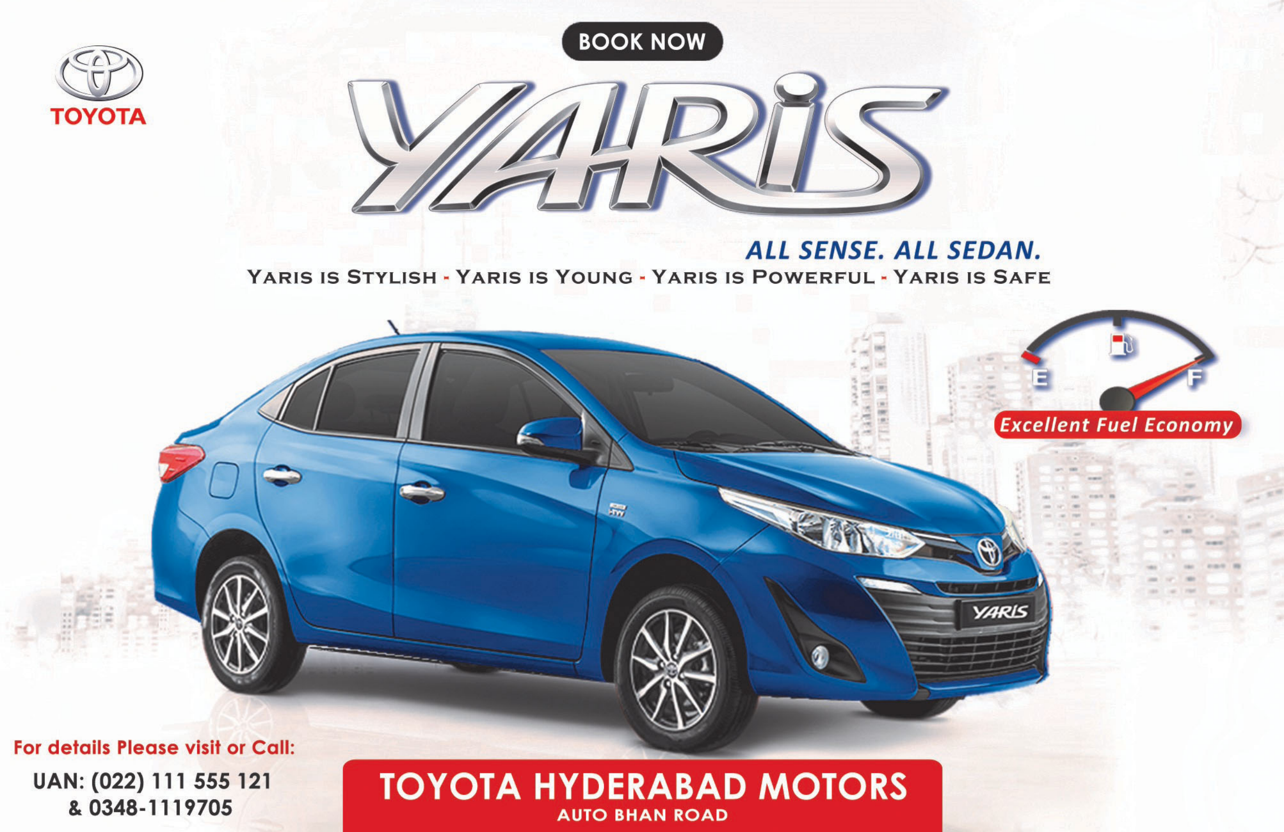
TOYOTA
BOOK NOW
YARIS
ALL SENSE. ALL SEDAN.
YARIS IS STYLISH - YARIS IS YOUNG - YARIS IS POWERFUL - YARIS IS SAFE
E
F
Excellent Fuel Economy
YARIS
For details Please visit or Call:
UAN: (022) 111 555 121
& 0348-1119705
TOYOTA HYDERABAD MOTORS
AUTO BHAN ROAD